تنظیم اسلامی کا ترجمان

21

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

15 تا 21 رمضان المبارک 1440ھ / 21 تا 27 مئی 2019ء

انقلاب کا سرچشمہ: محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ

حضور ﷺ کی زندگی اس اعتبار سے واقعتاً آئیڈیل ہے کہ ایک انقلابی دعوت کا آغاز بھی آپ ؐ نے کیا اور اسے کامیابی کی آخری منزل تک بھی خود پہنچایا۔ دنیا کے انقلابات میں سے کوئی بھی دوسرا انقلاب ایک حیاتِ انسانی کے عرصے (span) میں پورا نہیں ہوا' بلکہ فکر دینے والے مرکھپ گئے' بعد میں کہیں وہ فکر پروان چڑھا اور اس کی بنیاد پر کہیں انقلاب آ گیا۔ جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا انقلاب اس اعتبار سے منفرد اور لاثانی ہے کہ ایک انسانی زندگی کے اندر' کل 23 سال کے عرصے میں' الف سے ی تک انقلاب کے تمام مراحل طے ہو گئے۔

اس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ آج عہدِ حاضر میں اجتماعیات' سوشیالوجی یا پولیٹکل سائنس کا کوئی طالب علم پوری دیانت داری سے انقلاب کا صحیح طریق کار اخذ کرنا چاہے تو اسے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے مکمل راہنمائی مل سکتی ہے۔ مارکس' اینجلز' لینن یا والٹیئر کی زندگیوں سے اس ضمن میں قطعاً کوئی راہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ گویا طریق انقلاب کے لیے اب دنیا کے سامنے صرف ایک ہی منبع و سرچشمہ (source) ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے۔

رسولِ انقلاب کا طریقِ انقلاب
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

- تحریکِ پاکستان میں علماء کا کردار
- راہِ حق کی آزمائشیں
- آزادیٔ ہند میں علماء کا کردار
- ....اپنی نبیڑ تو!
- روزہ کے بنیادی مقاصد
- مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ!

الھدیٰ (854)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قیامت کا زلزلہ اور اس کی شدت

سُوْرَۃُ الْحَجّ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیات: 1، 2

یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ① یَوْمَ تَرَوْنَہَا تَذْہَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَہَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ہُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ ②

سورۃ الحج کو بعض مفسرین مدنی سورت مانتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں منافقین کا ذکر بھی ہے اور جہاد و قتال کے احکام بھی ہیں' اور یہ دونوں موضوعات مدنی سورتوں میں ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس سورت کی بعض آیات کی سورۃ البقرۃ (مدنی) کی آیات کے ساتھ بہت گہری مشابہت پائی جاتی ہے۔ لیکن اس ضمن میں مجھے ان مفسرین سے اتفاق ہے جو اسے مکی سورت قرار دیتے ہیں۔ البتہ اس کی کچھ آیات یا تو سفر ہجرت کے دوران نازل ہوئیں یا حضور ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد (مطالعہ کے دوران متعلقہ آیات کی نشان دہی کی جائے گی)۔ یہی وجہ ہے کہ یہ آیات مکی آیات سے مختلف نظر آتی ہیں۔

آیت ۱ ﴿یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ①﴾ ''اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو اپنے رب کا' یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہوگا۔''

سورۃ الانبیاء کا اختتام 'اَلْفَزَعُ الْاَکْبَرُ' (قیامت کی عظیم پریشانی) کے تذکرے پر ہوا تھا۔ اب سورۃ الحج کا آغاز بھی اسی کیفیت کے ذکر سے ہو رہا ہے۔

آیت ۲ ﴿یَوْمَ تَرَوْنَہَا تَذْہَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ﴾ ''جس دن تم اُس کو دیکھو گے' اس دن (حال یہ ہوگا کہ) بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی جسے وہ دودھ پلاتی تھی''

ماں کی ممتا کا جذبہ ضرب المثل ہے۔ ایک ماں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بھی اپنے بچے کی حفاظت کرتی ہے اور اس پر کسی صورت آنچ نہیں آنے دیتی۔ اپنے بچے سے محبت کا یہ جذبہ حیوانوں میں بھی اسی شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ البتہ قیامت کا دن ایسا سخت ہوگا کہ اس کے خوف و ہراس کے باعث دودھ پلانے والی مائیں' چاہے وہ انسان ہوں یا حیوان' اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔

﴿وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَہَا﴾ ''اور (دہشت کا عالم یہ ہوگا کہ) ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا''

﴿وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ہُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ ②﴾ ''اور تم دیکھو گے لوگوں کو جیسے وہ نشے میں ہوں' حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے' بلکہ اللہ کا عذاب ہی بہت سخت ہے۔''

وہ گھڑی ایسی خوف ناک ہوگی کہ اس کی دہشت سے لوگ بے سدھ پڑے نظر آئیں گے۔ بہرحال حدیث میں واضح طور پر یہ خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمنین صادقین بندوں کو اس دن کی سختیوں سے دور رکھیں گے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنْھُمْ!

فرمان نبویؐ

رمضانُ المبارک میں اپنے لمحات کو قیمتی بنائیے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ)) (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے روزے رکھے رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ بخش دیئے گئے اس کے تمام سابقہ گناہ۔ جس شخص نے ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان میں قیام اللیل (نماز تراویح) کا اہتمام کیا، اس کے سابقہ سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔''

تشریح: روزہ دار نہ صرف اپنی زبان و بیان، اپنے افکار و خیالات، اپنے معاملات و معمولات میں احکام الٰہی اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کی مہینہ بھر تربیت حاصل کرتا ہے، بلکہ شب کو بھی قیام اللیل (نماز تراویح) میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو توجہ اور انہماک سے سنتا ہے، اور اگر وہ ٹھیک ٹھیک ان ہدایات کو اپناتا ہے تو یقیناً اس کی زندگی میں انقلاب رونما ہو جائے گا اور یہی تبدیلی اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظام خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

15 تا 21 رمضان المبارک 1440ھ جلد 28
21 تا 27 مئی 2019ء شمارہ 21

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دار الاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریک پاکستان میں علماء کا کردار

سرزمین ہند کو انگریز کے وجود سے پاک کرنے کی جدوجہد میں برصغیر کے تمام علماء متحد اور یکسو تھے اور یہ جدوجہد ہر قسم کی مسلکی تفریق سے بالاتر تھی۔ تاریخ کا بغور جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادیٔ ہند کے حوالے سے برصغیر میں مستند علمائے کرام میں دو آراء تھی ہی نہیں لیکن تحریک پاکستان میں معاملہ مختلف تھا جہاں علماء کرام کی تقسیم واضح نظر آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں تحریک ریشمی رومال کے ناکام ہونے اور تحریک خلافت کے نتیجہ خیز ثابت نہ ہونے سے یہ تاثر سامنے آیا کہ زور آزمائی کر کے انگریز کو ہندوستان سے نکلنے پر مجبور کر دینا انتہائی مشکل بلکہ شاید ناممکن ہوگا۔ دوسری طرف جمہوریت یورپ میں اپنے پاؤں مکمل طور پر جما کر اب دنیا کے دوسرے حصوں کا رُخ کر چکی تھی۔ لہٰذا برصغیر کی دونوں بڑی قومیں یعنی ہندو اور مسلمان یہ سمجھ گئے تھے کہ انگریز سے ہند کو نجات دلانے کے لیے اب سیاسی جدوجہد زیادہ سودمند ثابت ہوگی۔ ہندو اس معاملے میں مسلمان سے زیادہ حساس تھا۔ لہٰذا ہندوؤں نے 1885ء میں کانگریس کے نام سے ایک سیاسی پارٹی قائم کر لی اور مختلف انداز میں انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کر دی، جس میں جلسے جلوس بھی تھے۔ مرن برت بھی تھے اور ہندوستان چھوڑ دو جیسی عدم تشدد پر مبنی عوامی تحریک بھی تھی۔ مسلمان سیاسی طور پر اتنے بیدار نہیں تھے۔ انہوں نے 1906ء میں ڈھاکہ میں مسلم لیگ کی بنیاد تو ڈالی لیکن عوامی رابطے کے حوالے سے مسلمانوں کی اُس دور میں کوئی خاص کارکردگی نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ تھی کہ محمد علی جناح نے بھی اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کانگریس میں شامل ہو کر کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ مسلمانوں کو احساس ہوا کہ کانگریس کو ہندو مفادات عزیز ہیں۔ ردعمل میں مسلم لیگ عوامی سطح پر بڑی سست روی سے آگے بڑھتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ محمد علی جناح بھی کانگریس کے عزائم کو سمجھنے کے بعد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ لیکن مسلم لیگیوں کی بے اُصولیاں اور نوابی رنگ دیکھ کر وہ مایوس ہوئے اور برصغیر کو خیرباد کہہ کر لندن واپس چلے گئے۔ ہندوستان کو آزادی دلانے کے حوالے سے اب سیاسی منظر پر کانگریس چھائی ہوئی تھی۔ جمعیت علمائے ہند علمائے کرام کی برصغیر میں سب سے بڑی جماعت تھی۔ ان میں اکثر اُن لوگوں کی صُلبی اور معنوی اولاد تھی جنہوں نے ماضی میں انگریز کے خلاف مختلف محاذوں پر جہاد کیا تھا اور ان کا تعلق مسلک دیو بند سے تھا۔ چنانچہ اِس دینی جماعت نے انگریز کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے کانگریس کا سیاسی سطح پر ساتھ دینا شروع کر دیا۔ گویا علماء نے بھی سیاسی جدوجہد کا راستہ اختیار کر لیا۔ وہ منبر و محراب سے مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف سیاسی جدوجہد میں شریک ہونے پر اُبھارتے تھے۔ مسلم لیگ اِس وقت تک خود کو

منظم اور مؤثر سیاسی جماعت ثابت نہ کر سکی تھی۔ 1937ء کے انتخابات جو ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں منعقد ہوئے کانگریس تمام صوبوں میں حکومت بنانے میں کامیاب ہوگئی جبکہ مسلم لیگ کسی بھی صوبے میں کامیابی حاصل نہ کر سکی اور اکثر مسلم نشستیں بھی کانگریس نے جیت لیں۔لیکن کانگریس کی جیت اور مسلم لیگ کی ہار کا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کا اصل چہرہ نظر آ گیا۔وہ یوں کہ تمام کانگریسی حکومتوں نے صرف ہندوؤں کے مفادات کا تحفظ کیا مسلمانوں کو دبایا اور اُن کے آئینی حقوق بھی ادا نہ کیے۔ یہ تھا وہ Turning Point جس کو جمعیت علمائے ہند سمجھنے میں ناکام ہوئی۔ ہندو کے اِس سلوک نے مسلمانانِ ہند کا رُخ مسلم لیگ کی طرف پھیر دیا۔محمد علی جناح کو علامہ اقبال 1932ء کی دوسری گول میز کانفرنس کے دوران اس بات پر قائل کر چکے تھے کہ وہ ہندوستان واپس آ جائیں اور آزادی کے حوالے سے مسلمانوں کو مذہبی انجکشن لگائیں۔محمد علی جناح نے ہندوستان بھر میں ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہونے کا زبردست ڈھنڈورا پیٹا۔مولانا مودودیؒ نے بھی مسلم لیگ سے بعض امور پر اختلافات ہونے کے باوجود دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کیا کہ ہندو اور مسلمان دو مکمل طور پر الگ الگ قومیں ہیں۔ 1940ء کی قراردادِ لاہور کو جب ہندو پریس نے قرارداد پاکستان قرار دے دیا تو قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کے نعرے ”لے کر رہیں گے پاکستان“ اور ”مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ“ ہندوستان بھر میں گونجنے لگے۔ جمعیت علمائے ہند جس نے ماضی میں ہندوستان سے انگریز کو نکالنے کی جدوجہد میں بے مثل جانی و مالی قربانیاں دی تھیں بدلتے ہوئے حالات کو سمجھنے میں ناکام ہوئی اور سیاسی سطح پر بدستور کانگریس کا ساتھ دیتی رہی اور تقسیم ہند کے لیے وہ خود کو قائل نہ کر سکی۔ لہٰذا اُس نے تحریک پاکستان کے حوالے سے مسلم لیگ کے مطالبے کی حمایت کرنے سے انکار کر دیا۔

تحریک پاکستان کے مخالفین میں مولانا حسین احمد مدنیؒ ،عبدالباری فرنگی محلی، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا داؤد غزنویؒ اور حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ جبکہ بریلوی مکتب فکر کے علماء نے تحریکِ پاکستان کی زبردست حمایت کی۔ بعدازاں جمعیت علمائے ہند میں بھی تحریکِ پاکستان کے حوالے سے تقسیم نظر آتی ہے۔ 1938ء میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک وفد قائداعظم کے پاس بھیجا۔ مفتی محمد شفیعؒ اور شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی تحریک پاکستان کی حمایت کی۔ لہٰذا یہاں دو باتوں کی وضاحت بہت ضروری ہے۔ اولاً یہ کہ ایسا نہیں تھا کہ ہندوستان کے تمام علماء قیام پاکستان کے مخالف تھے۔ اِن کی ایک بہت بڑی تعداد کانگریس کے خلاف اور مسلم لیگ کی ہمنوا تھی۔ دوسری بات انتہائی اہم ہے وہ یہ کہ کچھ سادہ لوح مسلمان اور اکثر سیکولر اور لبرل مذہب بےزار نام نہاد دانشور یہ پروپیگنڈا کرنے سے باز نہیں آتے کہ جو علمائے کرام تحریک پاکستان کے خلاف تھے وہ درحقیقت مسلمانوں کے دشمن تھے۔ یہ بات حرف ِغلط سے بھی کہیں زیادہ غلط ہے۔حقیقت یہ ہے کہ کانگریس سے ذہنی مطابقت رکھنے والے علمائے کرام جو تحریک پاکستان کے مخالف تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ پاکستان بن جانے سے مسلمانوں کی طاقت تقسیم ہو جائے گی۔ جس سے مسلمانانِ برصغیر بحیثیت مجموعی نقصان میں رہیں گے۔ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مغرب کے رنگ میں رنگی ہوئی مسلم لیگی قیادت پاکستان کو اسلامی ریاست نہیں بنائے گی اور دوسری طرف بھارت میں ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد مزید کم ہو جائے گی، جس سے بھارت میں مسلمانوں پر ظلم وستم بدترین صورت اختیار کر جائے گا۔ گویا اصل صورتِ حال یہ تھی کہ مسلم لیگ اور پاکستان مخالف علماء کرام دونوں برصغیر کے مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور اُن کا بھلا چاہتے تھے۔صرف سوچ اور اندازِ کار کا فرق تھا۔مسلم لیگ کا مؤقف تھا کہ پاکستان بنا کر برصغیر کے مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کو ہندو کے جبر اور مکر سے بچایا جائے اور علمائے کرام کا مؤقف تھا کہ برصغیر کے مسلمان پاکستان بننے سے تقسیم ہو جائیں گے جن سے اُن کی قوت منتشر ہو جائے گی۔ پاکستان مخالف علماء کا اصل مؤقف عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی درج ذیل تقریر کے اقتباس سے سامنے آتا ہے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے 26 اپریل 1946ء کو دہلی کے اردو پارک میں ایک بڑے مجمع سے خطاب میں فرمایا: ”اس وقت آئینی اور غیر آئینی بحث چل رہی ہے کہ آیا ہندوستان میں مسلم اکثریت کو ہندو اکثریت سے جدا کر کے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے؟ قطع نظر اس سے کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ صبح کو سورج مشرق سے طلوع ہوگا۔ لیکن یہ وہ پاکستان نہیں بنے گا جو دس کروڑ مسلمانوں کے ذہنوں میں موجود ہے اور جس کے لیے آپ بڑے خلوص سے کوشاں ہیں۔ ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کہ کل ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ بات جھگڑے کی نہیں سمجھنے اور سمجھانے کی ہے۔ تحریک کی

قیادت کرنے والوں کے قول وفعل میں بلا کا تضاد اور بنیادی فرق ہے۔ اگر آج مجھے کوئی اس بات کا یقین دلا دے کہ کل کو ہندوستان کے کسی قصبے کی گلی میں یا کسی شہر کے کسی کوچے میں حکومت الٰہیہ کا قیام اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونے والا ہے تو رب کعبہ کی قسم میں آج ہی اپنا سب کچھ چھوڑ کر آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو لوگ اپنی اڑھائی من کی لاش اور چھ فٹ کے قد پر اسلامی قوانین نافذ نہیں کر سکتے جن کا اٹھنا بیٹھنا، وضع قطع، جن کا رہن سہن، بول چال، زبان و تہذیب، کھانا پینا، لباس وغیرہ غرض کوئی چیز بھی اسلام کے مطابق نہ ہو وہ دس کروڑ انسانی آبادی کے ایک قطع زمین پر اسلامی قوانین کیسے نافذ کر سکتے ہیں؟ یہ ایک فریب ہے اور میں یہ فریب کھانے کے لیے تیار نہیں۔ ہندو اپنی مکاری اور عیاری سے ہمیشہ پاکستان کو تنگ کرتا رہے گا۔ اسے کمزور بنانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا، اس تقسیم کی بدولت آپ کے دریاؤں کا پانی روک دے گا، آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کرے گا، آپ کی یہ حالت ہوگی کہ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان مغربی پاکستان کی اور مغربی پاکستان مشرقی پاکستان کی کوئی مدد کرنے سے قاصر ہوگا۔ اندرونی طور پر پاکستان میں چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور یہ خاندان زمینداروں، سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کے خاندان ہوں گے۔ امیر دن بدن امیر ہوتا جائے گا اور غریب غریب تر‘‘۔

موجودہ حالات پر نظر ڈالی جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ علمائے ہند کے خدشات درست تھے۔ واقعتاً پاکستان آج ستر (70) سال بعد بھی حقیقی اسلامی ریاست بننے سے کوسوں دور ہے اور بھارت میں مسلمان ہندو کے مظالم کا بُری طرح شکار ہو رہا ہے۔ لیکن دوسری طرف دلیل یہ ہے کہ موجودہ جمہوری سیٹ اَپ میں ظاہر ہے کہ حکومت اکثریت کی بنتی اور جب ہندو اکثریت کو حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہوگی تو متحدہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت چاہے وہ کتنی بڑی اقلیت کیوں نہ ہو، ہندو کے ظلم وستم کا نشانہ یقیناً بنتی رہے گی۔ اس لیے کہ ریاستی قوت کا مقابلہ ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہوتا ہے۔ جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ پاکستان ستر (70) سال سے اسلامی ریاست نہیں بن سکا تو اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ پاکستان کبھی بھی اسلامی ریاست نہیں بن سکے گا۔ حالات تبدیل ہوتے وقت نہیں لگا کرتا، پھر یہ کہ تحریکِ پاکستان کے دوران اور قیام پاکستان کے بعد ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ پاکستان مشیت ایزدی کا حصہ ہے۔ خود مولانا حسین احمد مدنیؒ قیام پاکستان سے پہلے اپنے مریدین کو اطلاع دیتے ہیں کہ ملائے اعلیٰ میں قیام پاکستان کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ پھر یہ کہ پاکستان کی جو جیوسٹرٹیجکل پوزیشن ہے یہ عطائے خداوندی ہے چین کو اپنے عزائم کی تکمیل یعنی سپر قوت بننے میں پاکستان کی ضرورت ہے۔ حالات روس کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ پاکستان سے نہ صرف دشمنی ختم کرے بلکہ دوستی کا ہاتھ بڑھائے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں انتہائی پسماندہ ملک ہونے کے باوجود ایٹمی قوت بن جانا ایک معجزہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آنے والے وقت میں اللہ تعالیٰ پاکستان سے کوئی انتہائی اہم کام لینے والا ہے۔ لہٰذا اِس بات میں بہت وزن ہے کہ پاکستان عرش بریں کی منصوبہ بندی کا حصہ تھا اور ہے۔ کوئی اسے خوش فہمی یا مجذوب کی بڑ قرار دے سکتا ہے لیکن بعض اشارات کو غور سے دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے جو ہمارے اِس قلبی یقین کو جواز فراہم کرتے ہیں کہ اللہ نے چاہا تو موجودہ حالات بدلیں گے اور پاکستان ایک اسلامی ریاست بنے گا۔ اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اگرچہ فی الحال علماء کرام کے خدشات ہی کسی حد تک درست ثابت ہوئے ہیں، لیکن جس طرح انگریز حکمران اور ہندو اکثریت پاکستان کے قیام کے راستے میں حائل نہ ہو سکے اور مصور پاکستان کے خواب کے مطابق پاکستان ہندوستان کے شمال مغرب میں معرضِ وجود میں آ گیا، اسی طرح علامہ اقبال کا یہ خواب بھی سچ اور برحق ثابت ہوگا اور پاکستان ایک ایسی ریاست بن کر سامنے آئے گا جس میں عدل اجتماعی پر مبنی ایسا نظام قائم ہوگا جس سے دورِ ملوکیت میں اسلام کے چہرے پر بڑے بڑے بدنما دھبے دور ہو جائیں گے اور اسلام کا حقیقی روشن چہرہ دنیا کو منور کر دے گا۔ ان شاء اللہ

شعبہ خط وکتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

- کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کے مرتب کردہ
”مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب“ پر مبنی
”قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس“ سے استفادہ کیجیے
یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط وکتابت کروایا جا رہا ہے) شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمد للہ!
اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط وکتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-(92-42)35869501 E-mail:distancelearning@tanzeem.org

راہِ حق کی آزمائشیں

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے ایک سابقہ خطاب جمعہ سے ماخوذ

حضرات! آج جس موضوع پر گفتگو کرنا ہے‘ وہ ہے: ’’راہِ حق کی آزمائشیں‘‘۔

توبہ اللہ تعالیٰ کی شانِ غفاری اور رحمت کا مظہر ہے۔ کوئی شخص خواہ گناہوں اور معصیات کا کتنا ہی بڑا بوجھ لے کر اللہ کے دربار میں آئے اور اپنے غلط طرزِ عمل‘ نافرمانیوں اور بغاوتوں پر نادم اور شرمندہ ہو کر اُس سے معافی مانگے اور استغفار کرے اللہ تعالیٰ اُسے معاف کر دیتے ہیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ ......﴾ (الشوریٰ:25)

’’اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (اُن کے) قصور معاف کرتا ہے۔‘‘

لیکن گناہوں سے توبہ کرنے والے شخص کو یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ چونکہ وہ توبہ کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو چکا ہے‘ لہٰذا اب راحت و آرام اور آسائشیں ہی اُس کا مقدر ہوں گی۔ اب اُس پر کوئی امتحان نہیں آئے گا۔ کوئی مشکل اور سختی نہیں آئے گی۔ بلکہ اُسے اِس حقیقت کا ادراک کرنا اور اِس بات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ راہِ حق پر چلتے ہوئے قدم قدم پر اُسے آزمائشوں‘ ابتلاؤں‘ اور امتحانات سے سابقہ پیش آئے گا۔ زندگی کے آخری سانس تک راہِ حق کی مشکلات اور مصائب اُس کا پیچھا کریں گے۔ کیونکہ یہ زندگی تو سراپا امتحان ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ......﴾ (الملک:2)

’’اُسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔‘‘

قبل اس سے کہ صراطِ مستقیم اور راہِ حق کی آزمائشوں پر بات کی جائے‘ ضروری ہے کہ اس امر کی وضاحت کر دی جائے کہ صراطِ مستقیم ہے کیا؟ یوں تو پورا قرآن مجید صراطِ مستقیم کی تشریح پر مشتمل ہے‘ اور یہ جواب ہے ہماری اُس دُعا کا جو ہم ہر نماز میں اللہ سے کرتے ہیں کہ ’’اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ‘‘ (اے اللہ) تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ تاہم صراطِ مستقیم کی پہچان کے لیے انتہائی اختصار کے ساتھ سورۃ العصر میں اُس کے چار سنگ ہائے میل بیان کیے گئے ہیں: ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝﴾ یہ سنگہائے میل ہیں: ایمان‘ اعمالِ صالحہ‘ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔

> اللہ تعالیٰ کو ایسا بے حس اور بے حمیت انسان پسند نہیں جو خود تو اللہ کے ذکر و اذکار اور بندگی میں لگا رہے‘ مگر اُسے معاشرے کی فکر نہ ہو۔ اسے خیال ہی نہ ہو کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں۔ منکرات پھیل رہے ہیں۔ بدی اور برائی دندناتی پھر رہی ہے اور نیکی کونوں کھدروں میں منہ چھپائے بیٹھی ہے

ایمان شاہراہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم کا پہلا سنگِ میل ہے۔ اس کے بغیر صراطِ مستقیم کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایمان ہے‘ تو ہدایت اور روشنی سے استفادہ ممکن ہے‘ اگر یہ نہیں تو پھر اُس راہ پر پیش قدمی نہیں کی جا سکتی ہے۔ دوسری چیز عمل صالح ہے۔ اور اِس کا دار و مدار ایمان ہی پر ہے۔ اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان جتنا گہرا اور راسخ ہو گا‘ اُسی قدر عمل بھی صالح ہوتا چلا جائے گا۔ بندۂ مومن میں خواہش ہو گی اور یہ عزم پختہ ہو گا کہ مجھے بہرصورت اپنے رب کو راضی کرنا ہے۔ مجھے ایسے کام کرنے ہیں جن سے میرا مالک راضی ہو‘ اور اُن چیزوں سے بچنا ہے جو اُس کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں۔

لیکن محض یہی بات کافی نہیں کہ آدمی اپنے اعمال کی اصلاح کرے‘ اور پھر مطمئن ہو کر بیٹھا رہے‘ خود تو اللہ کے ذکر و اذکار اور بندگی میں لگا رہے‘ مگر اُسے معاشرے کی فکر نہ ہو۔ اسے خیال ہی نہ ہو کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں۔ منکرات پھیل رہے ہیں۔ بدی اور برائی دندناتی پھر رہی ہے اور نیکی کونوں کھدروں میں منہ چھپائے بیٹھی ہے۔ اُسے احساس ہی نہ ہو کہ ریاستی اور اجتماعی سطح پر طاغوتی سیاسی نظام راہِ بندگی پر چلنے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے‘ اُس کے ہوتے ہوئے اللہ کے بہت سے احکامات تشنۂ تعمیل ہیں۔ اس نظام کے سبب اللہ کی بندگی کی بجائے ملوک یا جمہور کی بندگی ہو رہی ہے۔ معاشرتی سطح پر آسمانی تعلیمات پامال ہو رہی ہیں۔ معاشی میدان میں سود‘ جوئے اور دیگر مفاسد نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معاشی ضابطوں کو تہ تیغ کر رکھا ہے۔ ایسا بے حس اور بے حمیت انسان اللہ کو پسند نہیں۔ اپنے اعمال کی اصلاح اور درستگی کے ساتھ بندۂ مومن کی اگلی منزل تواصی بالحق کی ہے‘ جسے سر کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ بندۂ مومن کے لیے ضروری ہے کہ حق و صداقت کا علمبردار بن کر کھڑا ہو جائے‘ لوگوں کو حق بات کی دعوت دے‘ نیکی کی تلقین کرے‘ بدی سے روکے یا روکنے کی سعی کرے۔ اسلام کی ازلی سچائیوں کے فروغ کے لیے اپنا تن من دھن لگا دے۔ معاشرتی سطح سے بڑھ کر سیاسی میدان میں اللہ کی حاکمیت کا اعلان کرے۔ جب زمین اللہ تعالیٰ کی ہے تو اُس پر نظام بھی اُسی کا چلنا چاہیے۔ اُس کے سوا کسی کو بھی حاکمیت زیبا نہیں۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

زمین میں کچھ قوتیں اللہ کی باغی ہو کر انسانوں پر مسلط ہو گئی ہیں‘ جن کا کہنا یہ ہے کہ زمین پر اللہ کا نظام نہیں چلے گا‘ ہمارا ورلڈ آرڈر چلے گا۔ انسانوں میں عدم مساوات‘

معاشرے میں فحاشی وعریانی اگر آسمانی ہدایت کے منافی ہے تو ہوا کرے، ہمیں تو وہی معاشرت پسند ہے، جس میں مکمل جنسی آزادی ہو، بے حیائی ہو، عریانیت اور فحاشی کا چلن عام ہو، ہر وقت نگاہوں کی تسکین کا سامان میسر آئے، حیوانیت کے تقاضے پورا کرنے کے تمام دروازے کھلے ہوں، کسی پر کوئی بندش نہ ہو۔ لہٰذا ہم یہی نظام نافذ کریں گے۔'' ایسی شیطانی قوتیں جو اللہ کے باغی نظام کی علمبردار ہوں، ہر محاذ پر اُن کے خلاف جہاد کرنا، تاکہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے راہ ہموار ہو، تواصی بالحق کا لازمی تقاضا ہے۔

جب بندۂ مومن حق کا علمبردار بن کر کھڑا ہوگا تو اُسے لازماً لوگوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا، اُس پر سختیاں آئیں گی، اُسے آزمائشوں کا سامنا ہوگا، اُس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جائیں گی۔ خاص طور پر جب حق کی صدا باطل نظام کے خلاف اُٹھے گی تو باطل نظام کے تمام کل پرزے حق کے علمبرداروں کی سخت مخالفت اور مزاحمت کریں گے۔ ایسے میں استقامت اور صبر ضروری ہو گا۔ اگر یہاں صبر اور استقامت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو سب کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ اس لیے اس مرحلے پر حق کے علمبرداروں کے لیے ہدایت یہ ہے کہ باہم ایک دوسرے کو صبر کی اور حق وسچائی پر قائم رہنے کی تلقین کریں۔

اہل ایمان کو یہ بات ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے، راہ حق پر چلتے ہوئے مشکلات اور مصائب لازماً آئیں گے، اگر انہیں مشکلات پیش نہ آئیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ جس راہ پر چل رہے ہیں، صراط مستقیم نہیں ہے، کوئی اور راستہ ہے۔

جیسا کہ واضح کیا گیا کہ ایمان، اعمال صالحہ، حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین، صراط مستقیم کے چار سنگ میل ہیں، جن سے ہم نے بہرصورت گزرنا ہے۔ لیکن یہ گزرنا آسان نہیں۔ اِن میں سے ہر مرحلے پر مشکلات اور آزمائشیں آئیں گی۔ ایمان ہی کو لے لیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہو، مگر بسا اوقات انسان محبت الٰہی کے امتحان میں پڑ جاتا ہے۔ ایک طرف اولاد اور بیوی کی ناجائز فرمائشیں ہوتی ہیں، اور دوسری طرف احکام الٰہی کی بجاآوری کا جذبہ۔ اب اگر اِس موڑ پر آدمی اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال کر بیوی اور اولاد کے غلط مطالبات پورے کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ محبت الٰہی کے امتحان میں فیل ہو گیا ہے۔ اسی طرح کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو ایک جھوٹ کا کلمہ کہہ لینے سے لاکھوں روپے کا فائدہ دکھائی دیتا ہے، مگر دوسری طرف جھوٹ کے گناہ کا خیال آتا ہے۔ یوں انسان آزمائش میں پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح ایمان کی آزمائش بسا اوقات اس صورت میں ہوتی ہے کہ آدمی کا توکل واعتماد اللہ پر ہے یا وہ مادی اسباب و وسائل پر تکیہ کرتا ہے۔

نیک اعمال کی بجاآوری بھی آسان نہیں۔ ان میں بھی مشکلات آتی ہیں۔ نماز کو لے لیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ پنج وقتہ نماز اُس کی شرائط اور آداب کے ساتھ ادا کرو۔ لیکن نفس کا تقاضا اِس راہ میں روڑے اٹکاتا ہے۔ صبح سویرے نرم اور گرم بستر سے اُٹھ کر نماز کے لیے مسجد جانا نفس پر ضبط اور کنٹرول کے بغیر آسان نہیں۔ حقوق العباد کی ادائیگی کے معاملہ میں بھی قدم قدم پر امتحانات آتے ہیں۔

ایمان اور عمل صالح کے لیول پر جو امتحانات اور مشکلات آتی ہیں اِن میں بنیادی کردار دو قوتوں کا ہے۔ ایک انسان کا نفس ہے، جس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا کہ یہ بُرے کاموں ہی کی طرف بلاتا ہے۔ اور دوسرا انسان کا ازلی دشمن شیطان ہے، جس نے تاقیامت اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے اللہ سے مہلت مانگ رکھی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ لوگ اللہ کی بندگی کریں، اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کریں۔ لہٰذا وہ انسانوں کو ورغلاتا ہے، بطور خاص اُس کا ہدف وہ لوگ ہیں جو صراط مستقیم پر گامزن ہوں۔ ایسے لوگوں کو پٹڑی سے اتارنا اُس کا خاص مشن ہے۔ قرآن حکیم میں اُس کا قول نقل ہوا ہے:

''پھر میں ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا)۔'' (الاعراف:17)

تواصی بالحق کی ادائیگی میں نفس امارہ اور شیطان لعین کے ساتھ ساتھ شیطانی قوتیں بھی اُس کی راہ پوری قوت سے روکنے لگتی ہیں۔ اب اِن قوتوں سے بھی پنجہ آزمائی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اِس طرح وہ جہاد جو پہلے محض نفس امارہ کے خلاف تھا، اب اُس کا دائرہ باطل قوتوں کے خلاف جدوجہد تک وسیع ہو جاتا ہے۔ اب سخت کٹھن مراحل آتے ہیں۔ شدید مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ اذیتوں اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ راہ حق میں جلیل القدر

پریس ریلیز 17 مئی 2019ء

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی ریاستی دہشت گردی پر دنیا کی خاموشی شرمناک ہے

IMF کی شرائط پاکستان کی معیشت کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوں گی

حافظ عاکف سعید

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی ریاستی دہشت گردی پر دنیا کی خاموشی شرمناک ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ ایک ہی دن میں غاصب بھارتی فوج نے مقبوضہ کشمیر میں قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتے ہوئے 8 مسلمانوں کو شہید اور درجنوں کو زخمی کر دیا۔ علاوہ ازیں انتہاپسند ہندوؤں نے ''گاؤ ماتا کی توہین'' کے نام پر ایک کشمیری مسلمان کو زندہ جلا کر شہید کر دیا۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ دنیا بھر کے انسانی حقوق کے علمبرداروں کو اس ظلم عظیم پر احتجاج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ درحقیقت دنیا خصوصاً عالم اسلام کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ ایران کشیدگی پر اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ نے مشرق وسطیٰ کو دوبارہ جنگ میں جھونکنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ امریکی عہدے داران کے حالیہ بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ ''ایرانی خطرے'' کو عذر بنا کر 1 لاکھ 20 ہزار فوج خلیج فارس میں داخل کرنے کے عزائم رکھتا ہے۔ لہٰذا 2 بحری بیڑے، B-52 طیارے اور پیٹریاٹ میزائل نصب کر دیے گئے ہیں۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ عالم اسلام خاص طور پر عرب ریاستیں صورتِ حال کی سنگینی کو سمجھیں اور اپنے اختلافات ختم کر کے اسلام دشمن عالمی قوتوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔ IMF سے قرضے کی ڈیل پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ طے شدہ شرائط کا پہلا اثر ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں مزید گراوٹ سے ظاہر ہونے لگا ہے۔ خدشہ ہے کہ IMF کی شرائط پاکستان کی معیشت کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوں گی اور اس سے مفاد پرست سرمایہ پرستوں کو کھلی چھوٹ مل جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ اور رسول ﷺ سے کیے گئے وعدے سے منحرف ہونے اور نظریہ پاکستان کو ریاستی سطح پر عملی تعبیر نہ دینے کا منطقی نتیجہ ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

صحابہ کرامؓ کو بھی سخت ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت بلال ؓ کے گلے میں رسی ڈال کر انہیں مکے کے گلیوں میں گھمایا جاتا۔ شدید گرمی کے عالم میں پتھریلے کنکروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیئے جاتے۔ اُن سے کہا جاتا کہ ہمارے معبودوں کا اقرار کرلو' مگر قربان جائیں اُن کی عظمت پر اِس تمام تر سختی کے باوجود ان کی زبان پر احد احد ہی کی صدا بلند ہوتی تھی۔ حضرت عثمانؓ بن عفان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیتا۔ حضرت حباب بن الارتؓ کو انگاروں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا گیا۔ اُن کی پیٹھ جھلس گئی' مگر کوئی چیز انہیں راہ حق سے انحراف پر آمادہ نہ کر سکی۔

صحابہ کرامؓ سے زیادہ سچی توبہ کرنے والے اور صادق الایمان کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ اگر صراط مستقیم پر چلتے ہوئے انہیں مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا تو کسی بھی دور میں اہل ایمان کا کوئی گروہ آزمائش اور ابتلاء کے اصول سے بالا نہیں ہو سکتا۔

سورۃ البقرہ میں جہاں سابقہ امت مسلمہ یعنی یہود کو اللہ کی نمائندہ امت کے منصب سے معزول اور امت محمدیہ ﷺ کو اِس منصب پر فائز کیا گیا اور اُس پر شہادت علی الناس کی ذمہ داری ڈالی گئی کہ اب رہتی دنیا تک اُسے حق کی علمبردار بن کر کھڑا ہونا اور انسانیت تک دین حق کو پہنچانا ہے' وہیں یہ بات بھی واضح کی گئی کہ ہم تمہاری آزمائش ضرور کریں گے۔

''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔'' (البقرہ:155)

اور جو لوگ اِن آزمائشوں پر پورا اُتریں گے اُن کی بابت مندرجہ بالا آیت کے آخر میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا:

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ١٥٥﴾

''(اے نبی ﷺ) آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔''

اسی سورت میں ایک تنبیہ بھی آئی ہے۔ فرمایا:

''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یونہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے' سب پکار اٹھے کہ کب اللہ کی مدد آئے گی۔ دیکھو اللہ کی مدد قریب ہے۔'' (البقرہ:214)

اس آیت میں ایک وارننگ اور ایک بشارت ہے۔ وارننگ یہ کہ ابھی جلدی نہ کرو۔ راہ حق میں ابھی بڑی بڑی آزمائشیں آئیں گی۔ اور بشارت یہ کہ جو لوگ سختیوں اور مصائب کے باوجود حق پر ڈٹے اور جمے رہے' بالآخر وہ وقت ضرور آئے گا جب انہیں اللہ کی نصرت خصوصی حاصل ہو گی۔

سورۃ العنکبوت میں یہی بات یوں فرمائی گئی:

''کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے' چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔'' (آیت:2)

آگے فرمایا:

''اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے)۔ سو اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔'' (العنکبوت:3)

بہرحال آزمائش و امتحان اللہ کی سنت ہے' جو اہل حق پر بہرصورت آنی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی راہ حق کا راہی ہو اور اُسے امتحانوں سے واسطہ نہ پڑے۔

شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

ابتلاء و آزمائش کے لیے بندۂ مومن کا ہتھیار صبر ہے' اور صبر و استقامت کے لیے وہ اللہ ہی کی نصرت کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان کا مددگار اور حامی و ناصر ہے۔ قرآن حکیم میں نبی اکرم ﷺ کو براہ راست مخاطب کر کے فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ (النحل:127)

''اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی اللہ کی مدد سے ہے۔''

یہی بات سوالیہ انداز میں یوں کہی گئی:

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ﴾ (الزمر:36)

''کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟''

اسلام کے مکی دور میں جب کہ مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی گئی تھی اور اس بنا پر انہیں حبشہ ہجرت کی اجازت دی گئی' اس موقع پر جو آیات نازل ہوئیں اُن میں بھی فرمایا گیا کہ تلاوت قرآن اور نماز کا اہتمام کیجیے۔ اس میں گویا یہ بتا دیا گیا کہ مشکلات اور سختیوں میں یہ دونوں چیزیں قوت استحکام اور استقامت کا باعث ہوں گی۔ فرمایا:

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ﴾ (العنکبوت:45)

''(اے محمد! یہ) کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو۔''

یعنی قرآن کی تلاوت کرو۔ اِس سے تمہیں وہ قوت حاصل ہو گی جو باطل کے خلاف کارگر ثابت ہو گی۔ پھر یہ کہ نماز قائم کرو۔ فرض نماز کے ساتھ ساتھ نوافل بھی ادا کرو' یہ دونوں تمہاری قوت اور استحکام کا ذریعہ بنیں گی۔

سورۃ البقرہ میں بھی فرمایا گیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ١٥٣﴾

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات اور سختیوں میں اہل ایمان کا وجود بھی ایک دوسرے کے لیے سہارا ہے۔ انہیں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔ ایک دوسرے کے مسائل کے حل کی فکر کرنی چاہیے۔ اس طرح اسلامی تحریک قوی اور مضبوط ہوتی ہے' اور اُس کے کارکنان کو صراط مستقیم پر گامزن رہنے اور آگے بڑھنے میں مدد ملتی ہے۔ انہیں حق پر ڈٹے رہنے اور استقامت اختیار کرنے کے لیے حوصلہ ملتا ہے۔ مسلمان بھائیوں کی تکالیف کو رفع کرنا' اُن کے کام آنا' انہیں مصائب اور مشکلات سے نکالنے کی کوشش کرنا بہت اجر و ثواب کا باعث ہے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اُس کی نصرت فرماتا ہے اور نہ صرف دنیا میں اُس کی مشکلات اور مسائل میں مدد کرتا ہے' بلکہ آخرت میں بھی اُس کے لیے آسانیاں پیدا کرے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص دنیا میں اپنے بھائی کی ایک تکلیف رفع کرے گا' اللہ تعالیٰ آخرت کی تکالیف کو اُس سے دور فرمائیں گے۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ جس شخص نے کسی مشکلات میں گھرے شخص کے لیے آسانیاں کیں اللہ تعالیٰ اُس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا کریں گے۔

سچی توبہ کے بعد اگر ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ہو تو ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی ہو گی کہ اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر اس راہ کے سنگ ہائے میل ہیں' پھر یہ کہ اس راہ میں مشکلات بھی آئیں گی' جنہیں خندہ پیشانی سے ہمیں جھیلنا ہو گا اور اُن میں اللہ تعالیٰ سے خصوصی نصرت طلب کرنا ہو گی۔ تلاوت قرآن اور نماز سے قوت حاصل کرنا ہو گی۔ اور مسلمان بھائیوں کو ایک دوسرے کا سہارا بننا ہو گا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی اور اُس راہ میں آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

7

سخنے بہ نژادِ نو
نئی نسل سے کچھ باتیں

22 روح چوں رفت از صلوٰت و از صیام	فرد ناہموار و ملت بے نظام!

(بندۂ مومن کی روز مرہ کی عبادات) صوم و صلوٰۃ سے روح جاتی رہی (اور باہمی رواداری، ایثار و قربانی اور ڈسپلن جیسی برکات بھی جاتی رہیں) تو فرد بے لگام ہوگیا اور ملت تنظیم سے عاری ہوگئی

23 سینہ ہا از گرئ قرآں تہی	از چنیں مرداں چہ امید بہی!

اب ان (افرادِ اُمت) کے سینے سے قرآن مجید کی گرمی یعنی جذبہ محرّکہ ختم ہوگیا ایسے (بے روح ڈھانچوں والے) مسلمانوں سے کسی خیر کے معرکہ کی توقع نہیں کی جاسکتی

24 از خودی مرد مسلماں درگذشت	اے خضر دستے کہ آب از سر گذشت!

آج کا مسلمان اپنی خودی (ضمیر انسانی اور روحانی تقاضوں) سے بے بہرہ اور بے گانہ ہوچکا ہے (اے اللہ) کوئی خضر آجائے اور دستگیری کرے کہ (زوال اور غلامی کا) پانی سر سے گزر چکا ہے

25 سجدۂ کزوے زمیں لرزیدہ است	بر مرادش مہر و مہ گردیدہ است

اے پسر! حقیقی مسلمان کبھی ایسا سجدہ کرتا تھا جس میں خلوص، للّٰہیت اور حضوری ہوتی تھی تب زمین بھی اس سے کانپتی تھی ایسے مردانِ حق کے ارادوں سے سورج اور چاند محوِ سفر ہوتے تھے

22۔ مسلمانوں میں ایمان کے ضعف کی وجہ سے جب نماز اور روزہ بے روح ہوگئے تو اس سے فرنگی استعمار کو اپنے زیرِ اہتمام مسلمانوں کو اپنے استعماری طرزِ حکومت (COLONIAL RULE) میں آسانی پیدا ہوگئی۔ مسلح مزاحمت بتدریج کم ہوتی چلی گئی، عرب و عجم کی چپقلش نے مسلح تصادم کی صورت اختیار کر کے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو باہمی لڑائیوں میں دھکیل دیا۔ اس عمل سے مسلمان عوام دین سے بے بہرہ، بے عمل اور رِجال دین سے لاتعلق ہوگئے اور ملت اسلامیہ شتر بے مہار کی طرح نظم و نسق سے عاری ہوگئی، مرکزی نظام نہ رہا تو پوری اُمت مسلمہ فرنگی استعمار کی غلام بن گئی اور آج بھی 60 آزاد مسلمان ملکوں کے باوجود مسلمان حکمرانوں کی غلامانہ ذہنیت کی وجہ سے اُمت مسلمہ ایک قیادت یا 60 ممالک کی متحدہ مسلم ریاست کے تصور سے عاری ہے۔

23۔ اے پسر! اس وقت اُمت مسلمہ فرنگی استعمار کی ان چیرہ دستیوں کا زخم خوردہ ہے اُن کے نظام تعلیم نے (دینی تعلیمی نظام اور برطانوی تعلیم کے CLASH کی وجہ سے) مسلمانوں کو دینی تعلیم، دین اور نتیجتاً قرآن پڑھنے، پڑھانے، سمجھنے اور عمل کرنے سے بے بہرہ کر دیا ہے۔ آج مردِ مومن کا سینہ نورِ قرآن (نورِ ہدایت) اور گرئ قرآن (دین کے لیے جدوجہد) سے خالی ہے اب ایسے مسلمان حق کی حمایت کے لیے باطل فرنگی استعمار کے خلاف صف آرا ہونے کو تیار نہیں۔ ایسے بے روح اور جذبوں سے عاری ڈھانچوں (انسانوں) سے اسلام کے حق میں کسی معنی خیز معرکہ کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے تا آنکہ ان میں دینی حمیت اور ملّی جوش و جذبہ دوبارہ پیدا کیا جاسکے۔

24۔ اے پسر! برطانوی غلامی کا پسا ہوا مسلمان اپنی خودی کھو چکا ہے خودی سے غافل ہو چکا ہے خودی کے تقاضے اس کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ خوئے غلامی میں ایسا پختہ ہو چکا ہے کہ اسی پر راضی ہے اور وقت کے فرعونوں اور آقاؤں کو گھر کا راستہ دکھانے کی سوچ سے عاری ہے۔ اے اللہ! کوئی رہنما کوئی خضرِ راہ بھیج کر دستگیری فرما کہ اس مسلمان غلام اُمت کا زوال اور غلامی کے سائے گہرے ہو چکے ہیں اور پانی سر سے گزر چکا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ اُمت کھڑی ہونے کے قابل ہی نہ رہے۔

25۔ اے پسر! عصرِ حاضر میں مغربی اقوام کی دو صدیوں کی غلامی کا یہ اثر ہے کہ آج ہم وہ نہیں رہے اور ہماری نمازیں بھی حقیقی نمازیں نہیں رہیں۔ اس فرنگی استعمار نے ہماری خودی کو تعلیم کے تیزاب میں ڈال کر گلا دیا ہے اور یوں ہمارا اپنے خالق و مالک پر ایمان و یقین و اعتماد و توکل ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کبھی ہمارے اسلاف کی نمازوں اور سجدوں سے زمین کانپتی تھی اس میں للّٰہیت اور حضوری کی کیفیت ہوتی تھی اور پھر ایسی نمازوں سے کارکنانِ قضا و قدر وہی لکھتے تھے جو مسلمانوں کا ارادہ ہوتا تھا (ان کے پاکیزہ ارادے پایۂ تکمیل منزل مراد کو پہنچتے تھے)

جاوید سے | ارمغانِ حجاز ۔ اقبال

غارت گرِ دیں ہے یہ زمانہ ہے اس کی نہاد کافرانہ
جس گھر کا مگر چراغ ہے تو ہے اس کا مذاق عارفانہ!
جوہر میں ہو لاالہٰ تو کیا خوف تعلیم ہو گو فرنگیانہ!
شاخِ گل پر چہک و لیکن کر اپنی خودی میں آشیانہ!

اگر ہم نے پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہ بنایا تو ہم بحیثیت مجموعی نقصان میں رہیں گے اور پھر مولانا ابوالکلام آزاد کی باتیں سچ ثابت ہو جائیں گی: ایوب بیگ مرزا

انگریز کی اسلام کو مٹانے کی تمام تر کوششوں کے باوجود بھی آج برصغیر پاک و ہند میں دین کے ساتھ مسلمانوں کا جو جذباتی لگاؤ نظر آ رہا ہے یہ علماء ہند کی عظیم تر قربانیوں کا ثمر ہے: آصف حمید

آزادی ہند میں علماء کا کردار کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: تحریک آزادی ہند میں علماء کرام کا کیا رول رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر ہم ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جب ہندوستان میں مسلمان داخل ہوئے تو کچھ ہی عرصے بعد انہوں نے ہندوستان کی اکثریت پر اپنی حکمرانی قائم کر لی اور اقلیت ہونے کے باوجود سینکڑوں سال اکثریت پر حکمران رہے۔ بالآخر انگریز ہندوستان میں آیا اور اس نے اس چیز کو محسوس کیا کہ مسلمان حکمرانی کی زبردست صلاحیت رکھتا ہے لہٰذا انگریز نے بری طرح مسلمان کو دبانے کی کوشش کی۔ انگریز سمجھتا تھا کہ میرے قبضے سے مسلمانوں پر زیادہ اثرات پڑے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں ہندو پہلے مسلمان کا غلام تھا اب ہمارا غلام ہو گیا ہے یعنی اس کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ اصل میں جن سے ہم نے حکومت چھینی ہے وہ تو مسلمان ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے حوالے سے باقاعدہ ایک انتقامی پالیسی بنائی گئی۔ اسی دور میں پنجاب میں سکھوں کا غلبہ ہو گیا۔ ہندوستان کے مسلمان اگرچہ دب چکے تھے اور صرف مدارس میں دینی تعلیم کے حصول تک محدود ہو چکے تھے۔ انہوں نے دنیوی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزی قبضہ کے خلاف بغاوت کی آگ سلگتی رہی۔ علماء کرام لوگوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کرتے رہے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں تحریک شہیدین شروع ہوئی۔ سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید نے انگریزوں اور سکھوں کے خلاف جہاد کیا لیکن وہ 1831ء میں بالاکوٹ کے مقام پر شہید ہو گئے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک اس کے بعد ختم ہو گئی لیکن علماء دین مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا کرتے رہے۔ لہٰذا انگریز نے ہمارے ان علماء کو بہت تکلیفیں دیں۔ ایک عالم دین مولانا شیر محمد کو درخت سے الٹا لٹکایا گیا، پھر نیچے آگ جلا دی گئی اور وہ آہستہ آہستہ اس میں بھسم ہو گئے۔ دہلی کے چاندنی چوک (جسے خونی چوک بھی کہتے ہیں) میں کئی ہزار لوگوں کو پھانسی دی گئی۔ ان میں علماء کرام کی تعداد 500 تھی۔ اسی وجہ سے اس جگہ کو پھانسی گھاٹ کہا جانے لگا۔ پھر مسلمانوں پر روزگار کے دروازے بند کر دیے گئے۔ یعنی مسلمانوں کے خلاف جو کچھ کیا جا سکتا تھا وہ انگریز نے کیا لیکن اس کے باوجود علماء نے دین کی بھرپور خدمت کی اور تحریک آزادیٔ ہند میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ایسے ہزاروں کردار تاریخ ہند میں محفوظ ہیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جنہوں نے بہت نام پایا اور دین کی بڑی خدمت کی۔ مولانا قاسم نانوتوی جنہوں نے مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی تھی اور پھر ان کے شاگردوں نے تحریک آزادیٔ ہند میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے ان شاگردوں میں مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا عبید اللہ سندھی، شیخ الہند کے شاگرد مولانا حسین احمد مدنی شامل ہیں۔ مولانا حسین احمد مدنی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ (شیخ الہند کی فرمائش پر) رمضان کے مہینے میں صبح ایک پارہ یاد کرتے اور رات کو تراویح میں اپنے استاد کو سناتے۔ بہر حال ان علماء نے علم وعمل اور میدان جہاد میں ہر جگہ نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔ ان علماء کے جہاد، صبر واستقامت کے جذبے نے انگریزی غلبہ کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔ ایک انگریز جج نے ایک عالم کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ مولانا میں آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کو بھی ختم کر دوں گا۔ تو مولانا نے جواب دیا کہ میرے لیے اس سے بڑی خوش بختی کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کی راہ میں صرف میں شہید نہیں ہوں گا بلکہ میرا پورا خاندان شہید ہو گا۔ علماء نے ایسا کردار ادا کیا کہ اگر ان کی طرف سے ایسی شاندار جدوجہد نہ ہوتی تو شاید پاکستان نہ بنتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء کے پیش نظر اس وقت پاکستان کا قیام نہیں تھا بلکہ ہند کی آزادی پیش نظر تھی۔

آصف حمید: علماء نے دو بنیادوں پر اپنا کردار ادا کیا۔ ایک تو انہوں نے آزادی کی جنگ میں باقاعدہ لیڈ کیا اور قربانیاں دیں اور ساتھ ہی ساتھ قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی شمع بھی جلائے رکھی۔ اسلام کو مٹانے کی انگریز کی تمام تر کوششوں کے باوجود بھی آج برصغیر پاک و ہند میں دین کے ساتھ مسلمانوں کا جو جذباتی لگاؤ نظر آ رہا ہے یہ انہی علماء کا بویا ہوا بیج ہے۔ انگریز کے خلاف جو تحریکیں بھی چلیں ان میں علماء کا کردار بہت نمایاں ہے۔

سوال: تحریک پاکستان کے موقع پر علماء دیوبند کے ایک طبقے نے قیام پاکستان کی مخالفت کیوں کی؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء دیوبند کی اکثریت نے قیام پاکستان اور قائد اعظم کی مخالفت کی تھی۔ لیکن ہمارے ہاں کا سیکولر ولبرل طبقہ اس مخالفت کو ایسے انداز میں پیش کرتا ہے جیسے انہوں نے مسلمانوں کی مخالفت کی تھی۔ یہ ایک انتہائی غلط طرز عمل ہے۔ ان علماء نے قیام پاکستان کی مخالفت اس لیے کی تھی کہ ان کے خیال میں اگر پاکستان بنا تو برصغیر کے مسلمان تقسیم ہو جائیں گے جس کی وجہ سے ان کی طاقت ختم ہو جائے گی اور پھر وہ ہندو کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ یعنی مسلمان اگر تقسیم نہ ہوں تو پہلے بھی مسلمان نے اقلیت میں رہتے ہوئے اکثریت پر حکومت کی تھی اب اگر حکومت نہ

بھی کریں لیکن کم سے کم ان سے نمٹ تو لیں گے۔ ان کا یہ موقف مسلمانوں کی بھلائی کے لیے تھا۔ وہ مسلمانوں کی اس میں بھلائی سمجھتے تھے۔ تمام علماء کرام مسلمانوں کے خیر خواہ تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ان علماء کا کردار اس کی گواہی دے رہا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد تحریک پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ پاکستان بننے کے بعد پاکستان سے کچھ لوگ ان کے پاس گئے اور پاکستان کے قیام کو غلط قرار دینے لگے۔ اس پر مولانا ابوالکلام آزاد نے ان کو ڈانٹا اور کہا کہ اب پاکستان بن چکا ہے اور تم سب پاکستان کے شہری ہو اب تم لوگوں کو پاکستان کے استحکام اور ترقی کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح کا معاملہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کا تھا۔ ایک موقع پر اپنے مریدین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمایا: محسوس ہوتا ہے ملاءِ اعلیٰ میں پاکستان کے بن جانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ایک مرید نے اُٹھ کر کہا کہ پھر ہم پاکستان کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا کہ ہم نے زمینی حقائق کو سامنے رکھ کر کوشش کرنی ہے لیکن اللہ کے فیصلے ان چیزوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اس کا جو فیصلہ ہوگا وہ ہم قبول کریں گے لیکن اس وقت ہم یہ ضرور کہیں گے کہ زمینی حقائق کے مطابق پاکستان کا بننا مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ ان علماء کا اختلاف نیک نیتی پر مبنی تھا۔ ایک موقع پر مولانا مدنی نے پاکستان کے قیام کو مسجد سے تشبیہہ دی کہ جس طرح مسجد کے بنانے سے پہلے اختلاف ہوتا ہے کہ کہاں بنی چاہیے، کیسے بنی چاہیے وغیرہ لیکن جب مسجد بن جائے تو پھر اس کی حفاظت اور احترام سب مسلمانوں پر لازم ہو جاتا ہے۔ یہی معاملہ پاکستان کا ہے۔

سوال : بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا موقف تھا کہ علماء کے انتخابی سیاست میں حصہ لینے کی وجہ سے اسلام متنازع بن گیا۔ آج اتنے سالوں بعد ڈاکٹر صاحب کا موقف کس حد تک درست ثابت ہو رہا ہے؟

آصف حمید : ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جس نقطہ نظر سے بات کی تھی وہ آج درست ثابت ہو رہا ہے۔ آج دینی جماعتیں الیکشن میں حصہ لیتی ہیں لیکن اس کا رزلٹ صفر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسی وجہ سے جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ علماء نے انتخابی سیاست میں حصہ لینے کو اس لیے بہتر سمجھا کہ ہم اسمبلی میں آ کر دین کی بات کریں گے اور خلاف اسلام قوانین کی مخالفت کریں گے۔ ہم ان کے بارے میں مثبت طور پر یہی سوچ سکتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحبؒ کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ دینی سیاسی جماعتیں دوسری سیکولر جماعتوں سے اتحاد کیے بغیر حکومت میں آ ہی نہیں سکتیں اور جب سیکولر جماعتوں سے اتحاد ہوگا تو پھر وہ کچھ نہیں کر پائیں گی اور یہ بات ثابت بھی ہو گئی۔ دینی جماعتیں اس طرح سے اسمبلی کے اندر آئیں بھی لیکن دین کے حوالے سے وہ کچھ بھی کردار ادا نہیں کر سکیں۔ اس کا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ لوگوں کی نظر میں سیکولر سیاسی جماعتوں اور دینی جماعتوں میں کچھ فرق نہ رہا۔ پھر جب دینی جماعتوں نے اپنے اپنے منشور کے مطابق انتخابات میں حصہ لینا شروع کیا تو اس سے اسلام کا ووٹ تقسیم ہو گیا۔ جس کی وجہ سے دینی سیاسی جماعتوں کی طاقت ختم ہو گئی۔ ہر ایک دینی سیاسی جماعت نے یہ کہا کہ میرا اسلام درست ہے جبکہ دوسرے کا غلط ہے۔ اس سے پھر اسلام کا نام خراب ہوا۔ دوسری طرف علماء کے اندر بھی تقسیم نظر آئی۔

> جب دشمنوں نے دیکھا کہ پاکستان قرارداد مقاصد پر عمل درآمد کے بعد اسلامی مملکت بن جائے گا تو انہوں نے سازش کے ذریعے لیاقت علی خان کو شہید کر دیا۔

ان سب باتوں سے عوام کا علماء پر اعتماد اٹھ گیا اور اسلام کے احیائی عمل کو زک پہنچی۔

سوال : قرارداد مقاصد کے پاس کرانے میں مسلم لیگ کا کردار زیادہ تھا یا علماء کرام کا زیادہ تھا؟

ایوب بیگ مرزا : میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کو ایک ہی عالم دین نے حل کیا تھا اور وہ تھے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ۔ وہ مسلم لیگ میں تھے۔ ان کا تعلق دیوبند سے تھا لیکن انہوں نے کھل کر تحریک پاکستان اور قائداعظم کا ساتھ دیا۔ اس سے ان کے دوست ان سے ناراض بھی ہوئے لیکن وہ اپنے اس موقف پر ڈٹ گئے تھے کہ پاکستان بننا چاہیے اور اسے ایک اسلامی ریاست ہونا چاہیے۔ جب پاکستان بن گیا تو اس کے بعد ڈیڑھ سال ہو گئے لیکن اسلامی نظام کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی تھی جس کی وجہ سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے سخت موقف اختیار کرتے ہوئے دھمکی دی تھی کہ اگر آپ لوگوں نے اسلام کو قائم کرنے کے لیے کوئی باقاعدہ لائحہ عمل نہ بنایا اور قرارداد مقاصد منظور نہ کی تو میں باہر نکلوں گا اور لوگوں کو بتاؤں گا کہ مسلم لیگ نے منافقت کی ہے، مسلم لیگ نے آپ کو دھوکہ دیا اور اسلام سے غداری کی ہے۔ مولانا نے بہت سخت تقریر کی تھی جس پر پھر مسلم لیگ کو اسمبلی میں قرارداد مقاصد منظور کرنی پڑی۔ وزیراعظم لیاقت علی خان عالم دین نہیں تھے لیکن وہ شریف آدمی تھے اور ان کا ذہن اس قرارداد کو منظور کرنے کے حق میں تھا اور پھر انہوں نے اس کو نافذ کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ میری رائے میں اُن کو شہید کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب دشمنوں نے سمجھا کہ اس حوالے سے پاکستان ایک اسلامی مملکت بن جائے گا اور پھر سازش کے ذریعے لیاقت علی خان کو شہید کر دیا۔

سوال : لبرل اور سیکولر عناصر کے مطابق پاکستان میں کئی فرقے ہیں یہاں کس کا اسلام نافذ کیا جائے؟ ان کا یہ موقف کتنا مضبوط ہے؟

ایوب بیگ مرزا : ظاہری طور پر ان کا یہ موقف کافی مضبوط نظر آ رہا تھا لیکن پھر تمام مسالک کے 31 علماء نے 1951ء میں 22 نکات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز تیار کی جس کے مطابق تمام مسالک کا نفاذ اسلام کے حوالے سے ایک لائحہ عمل پر اتفاق ہو گیا۔ یعنی علماء نے متحد ہو کر سیکولر طبقہ کے اس کے اعتراض پر دندان شکن جواب دے دیا لیکن چونکہ حکمرانوں میں نیت کی خرابی تھی لہٰذا انہوں نے اسلام کو نافذ نہیں ہونے دیا۔

سوال : کیا علماء اب دوبارہ ان 22 نکات کے تحت حکمرانوں کو اسلامی نظام نافذ کرنے کی دعوت نہیں دے سکتے؟

آصف حمید : لگتا ایسا ہے کہ اب ہمارے دینی لوگوں کی یہ ترجیح نہیں رہی کیونکہ وہ سارے نکات موجود ہیں۔ آج بھی علماء ان نکات کو اپ ڈیٹ کرتے ہوئے حکمرانوں پر نفاذ اسلام کے لیے زور دے سکتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر اس طرف کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی۔ سود کے حوالے سے کتنا بڑا مذاق کیا گیا۔ حالانکہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ آیا کہ سود حرام ہے لیکن اس فیصلے کو پس پشت ڈال دیا گیا اور آج تک سود چل رہا ہے۔ یہ نکات آج بھی ہر حکمران اور علماء کے لیے سوالیہ نشان ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کہا کرتے تھے کہ اس کے لیے کوئی احتجاجی تحریک شروع کرنی چاہیے۔ اس کے لیے علماء کو متحد ہونا ہوگا اور انتخابی سیاست کو ایک طرف رکھتے ہوئے پریشر گروپ کے طور پر آگے بڑھنا ہوگا۔ لیکن آج کے حالات بہت ناگفتہ بہ ہو چکے ہیں۔ اُمت میں بے تحاشا تفریق پیدا ہو چکی ہوئی ہے اور اس تفریق کو مختلف طریقوں سے بڑھایا بھی جا رہا ہے لہٰذا ان نکات پر عمل درآمد کے حوالے سے مستقبل میں کوئی خیر نظر نہیں آتی ہے۔

سوال : کیا علماء کرام کی پارلیمنٹ میں موجودگی کفر و

الحاد و سیکولرازم کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے؟

آصف حمید: سوال یہ ہے کہ اگر علماء کرام پارلیمنٹ میں موجود نہ ہوں تو پھر کیا ہوگا؟ اس حوالے سے مثبت انداز میں دیکھیں تو وہ اسمبلی میں اسلام کے حق میں آواز بلند کر لیتے ہیں۔ جیسے حالیہ دنوں میں اسمبلی میں سود کے خلاف بل پیش ہوا۔ یعنی علماء وہاں دین کے چوکیدار کا کردار ادا کر سکتے ہیں اور ان کو کرنا چاہیے اور کچھ کرتے بھی ہیں۔ کیونکہ باقی تمام جماعتیں بشمول پی ٹی آئی سیکولرازم کے راستے پر ہی چل رہی ہیں۔ علماء چوکیدار کا کردار ادا کر سکتے ہیں لیکن اس سے بڑھ کر وہ کچھ کر نہیں سکتے۔ کیونکہ نہ ان کے پاس تعداد ہے اور نہ ہی وہ آپس میں متحد ہیں۔

سوال: کیا مولانا ابوالکلام آزاد کی پاکستان کے بارے میں پیشین گوئیاں سچی ثابت ہو رہی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بڑا الجھن والا معاملہ ہے۔ ایک طرف پاکستان میں عملی طور پر وہی باتیں درست ثابت ہوتی نظر آ رہی ہیں جس کی طرف مولانا ابوالکلام آزاد نے اشارہ کیا تھا لیکن دوسری طرف اس وقت بھارت میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ مولانا آزاد نے کہا تھا کہ اگر پاکستان بن گیا تو پاکستان میں کبھی اسلامی نظام نہیں آئے گا اور بھارت میں مسلمان انتہائی تکلیف میں چلے جائیں گے بلکہ ختم ہو جائیں گے۔ یہ بات ان کی صحیح ثابت ہوئی اور آج تک پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوا اور دوسری طرف بھارت کٹر ہندو ریاست بن کر مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھا رہا ہے۔ لیکن اسی بات کو ایک دوسرے زاویہ سے دیکھیں تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو اسی طرح کا ظلم وستم برصغیر کے سارے مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہوتا۔ جبکہ ہم نے یہاں اسلامی نظام نافذ نہ کر کے اپنی آخرت تو گنوائی ہے لیکن کچھ دنیا تو بنالی ہے۔ آج کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو میں کسی وکیل کا منشی ہوتا لیکن آج میں پاکستان کا سب سے بڑا وکیل ہوں۔ یعنی ہم نے دنیوی فائدے حاصل کیے ہیں۔ بہر حال ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ اگر ہم نے مستقبل میں پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہ بنایا تو ہماری یہ دنیوی چکا چوند بھی نہیں رہے گی۔ یعنی ہم بحیثیت مجموعی نقصان میں رہیں گے اور پھر مولانا ابوالکلام آزاد کی باتیں سو فیصد سچ ثابت ہو جائیں گی۔ لہٰذا ہم اس وقت کوئی بات پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتے۔ اگر اللہ نے چاہا اور ہمیں اس کی امید ہے کیونکہ بعض معاملات میں ہمیں امید کی کرن نظر آتی ہے کہ پاکستان کے ساتھ ایسے معجزات رونما ہوئے ہیں کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان واقعتاً ایک بہت عظیم ملک بن کر دنیا کے سامنے آئے گا۔

آصف حمید: ہمارے سامنے مشیت ایزدی ہے کہ پاکستان کا قیام ایک معجزہ تھا کیونکہ کیبنٹ مشن پلان کو قائداعظم نے قبول کر لیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ اور منظور تھا۔ اگر ہم مستقبل کی پیشین گوئیاں سامنے رکھیں تو پاکستان کا ایک کردار نظر آتا ہے۔ اگر زمینی حقائق کو سامنے رکھیں تو پاکستان کا چلتے رہنا بھی ایک معجزہ نظر آتا ہے۔ پھر وہ ملک جو سائنس وٹیکنالوجی میں بہت پیچھے تھا لیکن اس کا نیوکلیئر پاور بن جانا بھی ایک معجزہ ہے۔ پھر اسلحہ بنانا، میزائیل ٹیکنالوجی میں ترقی یہ سارے معجزے ہی ہیں۔ نظر یہی آتا ہے کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی خاص مقصد کے تحت کروائے ہیں۔ نائن الیون سے پہلے دنیا پاکستان کو نہیں جانتی تھی لیکن آج دنیا کے ہر فرد کو پتا ہے کہ پاکستان کہاں ہے اور کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہر بیماری کا علاج اللہ نے پہلے پیدا کیا ہے۔ اسرائیل کے قیام سے ایک سال پہلے پاکستان قائم ہوا تھا اور اس وقت اسرائیل جو ایک بیماری کی صورت میں پھیلتا چلا جا رہا ہے، جس نے پورے عرب ورلڈ کو اپنے شکنجے میں لیا ہوا ہے اس کے حوالے سے کچھ عرصے میں پتا چل جائے گا کہ پاکستان کا ایک کردار ہے۔ پھر احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہند سے ٹھنڈی ہواؤں کے آنے کا ذکر ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان سے اللہ نے کوئی خاص کام لینا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: عالمی حالات کو سامنے رکھیں تو اسرائیل اور بھارت پاکستان کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں جبکہ امریکہ پاکستان کو مکمل نیست و نابود تو نہیں کرنا چاہتا لیکن اس کو کمزور، لاغر اور محتاج ریاست کے طور پر دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن اس وقت جیوسٹریٹیجکل پوزیشن یہ ہے کہ چائنہ کے سی پیک اور OBOR منصوبوں کی کامیابی کے لیے پاکستان کا مستحکم ہونا ناگزیر ہے۔ کیونکہ اگر پاکستان بیچ میں سے نکل جاتا ہے تو چین کی کھربوں ڈالرز کی انوسٹمنٹ ضائع ہو جائے گی۔ دوسری طرف روس مڈل ایسٹ سے آؤٹ ہو گیا ہے صرف شام میں لٹکا ہوا ہے۔ لہٰذا اگر پاکستان کو ختم کیا گیا تو یہ روس کے لیے بھی انتہائی خطرناک ثابت ہوگا کیونکہ اس طرح پھر روس کو وسط ایشیا سے بھی نکال دیا جائے گا۔ گویا پاکستان کی حمایت کرنا روس کی بھی مجبوری بن چکی ہے۔ اس وقت روسی صدر پیوٹن پاکستان سے تعلقات بنانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے لیکن چونکہ روس کی اپنی معاشی حالت اچھی نہیں ہے اور بھارت ایک بہت بڑی منڈی ہے جو بہت حد تک روس کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ اس لیے روس بھارت کو بھی پوری طرح اپنے ہاتھ سے نکالنا نہیں چاہتا لیکن اگر امریکہ یونہی بھارتی منڈیوں پر چھا گیا تو روس کو بالآخر بھارت سے بھی لاتعلقی اختیار کرنی پڑے گی اور پھر اس کی مجبوری ہوگی کہ وہ پاکستان کے ساتھ تعلقات بہتر بنائے۔ بہر حال جتنے چاہیں ہم نالائق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کے لیے سامان پیدا کر رہا ہے۔

سوال: دورِ حاضر میں پاکستان میں اسلامائزیشن کے لیے علماء کرام کیا رول ادا کر سکتے ہیں؟

آصف حمید: موجودہ حالات میں علماء کرام کے لیے دو پلیٹ فارم ہو سکتے ہیں۔ تازہ صورت حال کو سامنے رکھیں تو انتخابات میں علماء کرام کا اپنا ایک الگ پلیٹ فارم ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ”کوئی شخص اگر کسی فاسق کے ساتھ چلا تا کہ وہ اس کو تقویت پہنچائے اور وہ جانتا ہے کہ یہ فاسق ہے تو اس نے اسلام کی جڑیں کھودنے میں مدد کی۔“ اس حدیث کو سامنے رکھیں تو اگر دوسری سیاسی جماعتیں دین کے ساتھ مخلص نظر نہیں آتی ہیں تو علماء کرام کو ان کے ساتھ کوئی سیاسی اتحاد بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ علماء کو اپنے اندر اتحاد پیدا کرنا چاہیے اور اسمبلی میں دین کے چوکیدار کا کردار ادا کریں ورنہ دین کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دین کے نفاذ کے لیے یہ اسمبلیاں نہیں ہیں کیونکہ جمہوریت نظام کو چلاتی ہے، نظام کو بدلتی نہیں اور آج عمران خان کے ہوتے ہوئے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ جمہوریت یا الیکشن کے ذریعے آپ تبدیلی نہیں لا سکتے۔ اگر علماء نظام تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو وہ الیکشن کے ذریعے نہیں کر سکتے بلکہ اس کے لیے ایک پرامن احتجاجی تحریک چلانی ہوگی اور عوام الناس کو اسلام کے حوالے سے آگاہی دینا ہوگی۔ علماء کے پاس لوگوں کو آگاہی دینے کے لیے منبر ومحراب کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ لہٰذا وہ قوم کو تیار کریں کہ دین کے یہ تقاضے ہیں، تم لوگ جو کر رہے ہو اللہ کے احکامات کی نافرمانی کر رہے ہو۔ اگر علماء ایسا کریں گے تو پتا چلے گا کہ وہ دین کے نفاذ میں مخلص ہیں۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اپنی نبیڑ تو......!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کے الزام پر زیر تفتیش رہنے والی آسیہ بی بی کینیڈا پہنچ گئی۔ یہ بیان دنیا کو بہ صد اہتمام امریکی سیکرٹری سٹیٹ نے جاری کر کے یہ خوشخبری سنائی کہ امریکہ اس خبر کا خیر مقدم کرتا ہے کہ آسیہ بی بی بہ حفاظت اپنے خاندان سے جاملی۔ اس کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے حسبِ سابق دنیا بھر میں شان رسالت ﷺ بارے قوانین پر ہرزہ سرائی بھی فرمائی۔ انہیں شخصی آزادی کے بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا۔ یہ خبر بریکنگ نیوز بن کر ورلڈ میڈیا پر چلی۔ مغرب کی نفسیات اس ردعمل میں کھل کر سامنے آتی ہے۔ پاکستان کے پسماندہ دیہات کی ایک مفلس عورت تمام مغربی ممالک کی ہتھیلی کا پھپھولا اور وی آئی پی بن گئی، اس الزام کی زد میں آ کر ان سبھی ممالک کا پاکستان پر شدید دباؤ رہا۔ پورے خاندان کو سایہ عاطفت میں لینے کے لیے یہ ممالک بے قرار ہو گئے۔ گلوبل چودھری کی ذاتی دلچسپی اس میں دیدنی ہے۔ دنیا بھر کے مسلم مردوزن کو میزائلوں کی نوک پر رکھ کر پرخچے اڑانے والے (بالواسطہ یا بلاواسطہ) ایک عیسائی عورت کے لیے کتنے متحرک، جذباتی ثابت ہوتے ہیں۔ غیرت بھڑک اٹھتی ہے! ادھر شاندار تعلیمی پس منظر رکھنے والی ڈاکٹر عافیہ صدیقی ناکردہ گناہ پر انہی کی عدالت میں 86 سال قید کی سزا پاتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یہ مقدمہ اور فیصلہ صدی کا سب سے بڑا افراڈ ہے۔ اس جرم میں ہم خود برابر کے شریک ہیں! فواد چودھری کے وزیرانہ عزائم میں حکومت کی ترجیحات دیکھی جا سکتی ہے۔ جھوٹی طفل تسلیاں دیتی تحریک انصاف کی حکومت نے ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے لیے سنجیدہ کوشش کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ان کا وزیر ناسا کے ''ہبل'' (امریکی ٹیلی سکوپ جس کا نام قریش مکہ کے بڑے بت کے نام پر ہے! قبل ازیں 'ISAF' اساف، افغانستان میں کارفرما فوجی اکٹھ بھی ایک اور بت کے نام پر تھا!) پر سپارکو کا ٹھپا لگائے چاند کی تلاش میں سرگرداں ہونے کو ہے۔ حقیقی قومی مسائل سے منہ موڑے نت نئے تنازع کھڑے کرنا کوئی آپ سے سیکھے۔

یہ بھی عجب تماشا ہے کہ ایک طرف سیکولرازم کے تحت مغرب، ہم مسلمانوں کو دین، مذہب بے زاری پڑھانے سکھانے کے درپے رہتا ہے۔ شان رسالت ﷺ میں گستاخی سب سے بڑا آزادی رائے کا حق قرار پاتا ہے۔ دوسری جانب کسی عیسائی کی نکسیر بھی پھوٹ جائے تو ہم مسلمانوں پر چڑھ دوڑتا ہے۔ اگرچہ اقلیتوں کا تحفظ تو ہمارا دینی فریضہ ہے اور پاکستان اقلیتوں کی جنت ہے۔ عیسائی جنوبی سوڈان، مشرقی تیمور کو فی الفور آزادی دلوانے والے، پوری مسلم دنیا جنگوں، فلسطین، غزہ مسلسل بمباریوں کی زد میں ہے۔ شام میں روس کے ذمے ہے کہ وہ رہی سہی شامی مسلم آبادیوں کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔ حقوق انسانی کے عالمی ڈیکلریشن کا حوالہ انہیں اپنے مفادات کے تحفظ کے وقت یاد آتا ہے، جس کا سال اجراء بھی 1948ء ہے۔ فلسطینیوں کی ظالمانہ بے دخلی اور مقبوضہ سرزمین پر اسرائیل کی بنیاد رکھے جانے کا سال۔ حقوق انسانی کا یہ نام نہاد ڈیکلریشن جاری ہوا جس کی روح میں یہ مضمر تھا کہ انسانوں کے زمرے سے دنیا بھر کے مسلمان خارج ہیں۔ روزانہ کی کندھوں پر لدے جنازوں کی تصاویر غزہ، کشمیر، افغانستان، یمن، شام کی ہیں۔ غزہ کا سکول، شام کے یکے بعد دیگر 4 ہسپتال بمباریوں سے تباہ کیے ہیں۔ انسانی حقوق یہاں آڑے نہیں آتے۔ بنیادی انسانی اخلاقیات بھی مجروح، تارتار ہوتی نظر نہیں آتیں۔ اس ظلم وجبر قہر کے طوفان میں یورپی پارلیمنٹ کے 52 ممبران نے وزیراعظم عمران خان کو دھمکی آمیز خط لکھا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری نہیں کی جا رہی۔ اگر اس کا مداوا نہ کیا گیا تو؟ یورپین کمیشن تمام تجارتی سہولتیں روک دے گا۔ GSP پلس والی معاشی تڑی ایک مرتبہ پھر لگائی ہے۔ آسیہ کو بہ صد اہتمام وانصرام و احترام، رمضان کے مبارک مہینے میں تحفتاً کینیڈا روانہ کر دیا، پھر بھی انسانی حقوق، اقلیتی حقوق تشنہ ہی رہ گئے۔

دیوار کیا گری میرے کچے مکان کی
لوگوں نے میرے صحن سے رستے بنا لیے

معاشی کمزوری نے ہمیں بے وقعت کر رکھا ہے۔ ہمیں مذہبی تنظیموں کے طعنے دینے والوں کو اسرائیل اور بھارت کی انتہا پسندی اور مسلم اقلیت پر زندگی اجیرن، تباہ کرنے پر اُف بھی کہنے کا تصور نہیں ہے۔ ہمارے حکمرانوں کی حد درجہ بے حسی، بے حمیتی ہے کہ وہ واشگاف بے انصافی، زیادتی پر بھی دبے جھکے چلے جانے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ بھارتی میڈیا مزے لے لے کر، مرچ مسالے لگا کر اس خط کو اچھال رہا ہے۔ ہم منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے ہیں۔ ہم امریکی ڈومور سے نکل کر اب IMF کے ڈومور میں آ پھنسے ہیں۔ IMF کے کارندے ساری معاشی کرسیاں سنبھال بیٹھے ہیں۔ مشیر خزانہ عبدالحفیظ شیخ نے فرمایا ''اچھی کارکردگی والوں کو لایا جا رہا ہے۔'' یعنی ڈومورے لائے جا رہے ہیں۔ سوعوام پر مزید پٹرول چھڑک کر مہنگائی کی تیلی دکھائی جا چکی ہے۔ وزیراعظم نے فرمایا ''میں کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتا۔'' جناب نہ آپ آگے دیکھ رہے ہیں نہ پیچھے۔ صرف بڑی سرکار کے حکم لاگو کر کے تقریریں کرنے، بیان جاری کرنے پر مامور ہیں۔ بس یہی ملازمت ہے وزیراعظم کی۔ بطور کھلاڑی، سرپھوڑ، ناک توڑ قسم کی کھیل جاری ہے۔ اب سمجھ آ رہی ہے قوم کو۔ حکومت کھیڈئیں ہونڈی کھلاڑیاں دی!

IMF کا ایک اور ملازم رضا باقر بطور گورنر سٹیٹ بینک آ گیا۔ یہی کالونیوں کا مقدر ہوا کرتا ہے۔ دیسی طارق باجوہ آئی ایم ایف پر تھوڑے بہت بھاری پڑے تو چلتا کیا۔ پاکستان کلیتاً غیر ملکی معاشی شکنجے میں آ چکا ہے۔ ہمارے زخموں پر نمک چھڑکنے کو وزیر بیٹھے ہیں۔ فیصل واوڈا فرماتے ہیں ''قوم 200 روپے لیٹر پٹرول بھی برداشت کر لے گی!'' آپ صرف وزیروں مشیروں امراء کو اپنی قوم سمجھے بیٹھے ہیں؟ کیوں عوام کی آہیں لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ مانگے تانگے کی کابینہ ہے۔ اب بہت سے وہ

آ گئے ہیں جن کا نہ گھر بار پاکستان میں نہ بال بچے ، بے جڑ بنیاد۔(Rootless) سو بات ان کی یہی ہے کہ......تم درد ہمارا کیا جانو! سرکاری ہسپتالوں میں اب عملے کو پنشن اور مالی فوائد سے محروم کرنے کی تیاری ہے۔ مریضوں کو مفت دوا، آسان علاج کی سہولت سے محرومی درپیش ہے۔

پاکستان چونکہ ایٹمی طاقت ہے سو اس پر الجزائر، لیبیا، فلسطین فارمولے استعمال نہیں ہو سکتے۔ مفلسی بم گرا کر اندر سے کھوکھلا کیا جانا، بے موت مارنا مقصود ہے۔ عوام کا دھیان بٹانے کو کہیں یونیورسٹیاں بنانے اور کہیں چاند پر جا کر چاند دیکھنے کی تیاریاں ہیں۔ آپ دین کو معاف ہی رکھیں تو بہتر ہے۔ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ نانبائی سے ایٹم بم نہیں بنوایا جا سکتا تو فواد چودھری بھی اسی تناظر میں رویت ہلال کے اہل نہیں۔ ایوب خان نے ایک مرتبہ شوال کا چاند زبردستی نکالا، مسلط کیا تھا، اس کی کہانیاں پڑھ لیں۔ زبردستی امامت پر مجبور کیے گئے مصنوعی عید نماز پر کھڑے کیے امام صاحب سجدے میں نمازیوں کو چھوڑ کر نکل گئے تھے۔ یہ حضرت مشرف دور کے وزیر ہیں۔ رمضان کا چاند اس دور میں پرائم منسٹر ہاؤس میں تو طلوع بھی نہیں ہوا کرتا تھا۔ سو دنیا تو عوام سے چھین ہی لی ہے۔ کم از کم سکون سے صیام، قیام کر لینے دیں۔ مدارس، علماء، رویت ہلال، ان معاملات میں ہاتھ نہ ڈالیں تو بہتر۔ لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں! بلکہ اپنے دوست گوروں کو بھی سمجھا لیں۔ افغانستان میں سینگ پھنسا کر بھی آرام نہیں آیا؟ پاکستان کے ساتھ زیادہ چھیڑ چھاڑ، گلے نہ پڑ جائے، جذباتی قوم ہے۔ ہمیں مطعون کرنے سے پہلے یورپ امریکہ اپنے ہاں انسانی سطح پر جو صورت حال انہیں درپیش ہے اس کی فکر کریں۔ اخلاقی معیارات کی تباہی و بربادی، معاشرتی بگاڑ، نفسیاتی بلائیں، بچوں کی جگہ سگ پرستی، انسانیت کے ناطے مسائل کیا کیا ہیں۔ گویا چیونٹیوں بھرا کباب ہے۔ ہمیں نصیحتیں نہ فرمائیں۔ مغرب میں سر تا پا نصاب بدلنے، قوانین کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ دنیا تباہی کے دہانے پر لے جا کھڑی کرنے کی تمام تر ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے۔ سو ''تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو''......کا معاملہ ہے۔ ہم روکھی سوکھی کھا کر بھی خوش ہیں! ہمارے پاس سجدے کی لذت ہے جس سے تم محروم ہو! میرا ایک سجدہ بہ چشم نم۔ سارے دکھوں کا مداوا ہے!

☆☆☆

بیا بہ مجلس اسرار

روزہ اور اکلِ حلال

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَـكُمْ بَيْنَـكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:188)

''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصّہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو''۔

سورہ البقرہ کے 23 ویں رکوع (جس میں روزہ کی فرضیت اور اس سے متعلق احکام بیان ہوئے ہیں) کی آخری آیت کا بظاہر رمضان کے روزوں سے تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن حقیقت میں بہت گہرا تعلق ہے۔ اس رکوع میں دو مقامات پر بڑے شدومد سے روزوں کی غایت ''تقویٰ'' بیان فرمائی گئی ہے۔ سوچنا پڑے گا کہ اس تقویٰ کا ''معیار'' کیا ہے؟ اور اس کا عملی ظہور کس طور سے ہوگا!

کیا تقویٰ کا تعلق کسی خاص قسم کی وضع قطع یا شکل وصورت کا نام ہے؟

جس طرح روزہ دن کے اوقات میں محض بھوکا رہنے یا تعلقات زن وشو سے رک جانے کا نام نہیں۔ اسی طرح تقویٰ محض چند ظواہر کا نام نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

تو اگر فی الواقع روزہ رکھا ہو اور اس کے نتیجے میں تقویٰ پیدا ہو تو اس کا معیار اور اس کی کسوٹی ہے اکلِ حلال۔

اکلِ حلال کی اہمیت کے بارے میں حضور ﷺ سے مروی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے بغیر بڑی سے بڑی عبادت یا دعا قبول نہیں ہوتی۔ 23 ویں رکوع کی آخری آیت میں ہمارے سامنے حقیقی تقویٰ کا ایک معیار رکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان تمام نواہی اور منکرات سے بچ سکیں جس سے ہمارا دین ہمیں بچانا چاہتا ہے اور صحیح تقویٰ اختیار کرنے کے لیے ہمارے دلوں میں طلب صادق پیدا فرما دے۔ آمین یا رب العالمین!

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت اور فضیلت سے آگاہی اور عظمتِ انسان سے واقفیت کے لیے

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے دو کتابچے ---- خود پڑھیے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجیے:

① **عظمتِ صوم**

قیمت: -/20 روپے

حدیث قدسی فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کی روشنی میں

② **عظمتِ صیام وقیامِ رمضان مبارک**

قیمت: -/30 روپے

روزہ کے بنیادی مقاصد

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
www.najeebqasmi.com

روزہ ارکان اسلام میں ایک اہم عبادت ہے۔ ذیل میں ہم روزہ جیسی اہم عبادت کے چند بنیادی مقاصد کا ذکر کرتے ہیں:

روزہ کا پہلا مقصد: تقویٰ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ”اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ“ (البقرہ: 183)

قرآن کریم کے اس اعلان کے مطابق روزہ کی فرضیت کا بنیادی مقصد لوگوں کی زندگی میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ تقویٰ اصل میں اللہ تعالیٰ سے خوف ورجاء کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق ممنوعات سے بچنے اور اوامر پر عمل کرنے کا نام ہے۔ روزہ سے خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور یہی تقویٰ یعنی اللہ کے خوف کی بنیاد ہے۔ روزہ کے ذریعہ ہم عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے خالق، مالک ورازق کائنات کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے والے بن سکتے ہیں۔ اگر ہم روزہ کے اس اہم مقصد کو سمجھیں اور جو قوت اور طاقت روزہ دیتا ہے اس کو لینے کے لیے تیار ہوں اور روزہ کی مدد سے اپنے اندر خوفِ خدا اور اطاعت امر کی صفت کو نشو ونما دینے کی کوشش کریں تو ماہ رمضان، ہم میں اتنا تقویٰ پیدا کرسکتا ہے کہ صرف رمضان ہی میں نہیں بلکہ اس کے بعد بھی گیارہ مہینوں میں زندگی کی شاہراہ پر خاردار جھاڑیوں سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے چل سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزہ کے اس اہم مقصد کو اپنی زندگی میں لانے والا بنائے۔ آمین

روزہ کا دوسرا مقصد: گناہوں سے مغفرت

حضور اکرم ﷺ کا مشہور ومعروف فرمان ہے: ”جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے یعنی خالصتاً اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے روزہ رکھا اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف فرمادیئے جاتے ہیں۔“ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے یعنی ریا، شہرت اور دکھاوے کے لیے نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے رات میں اللہ کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا یعنی نماز تراویح اور تہجد پڑھی تو اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہوا یعنی نماز تراویح وتہجد پڑھی، قرآن کی تلاوت فرمائی اور اللہ کا ذکر کیا تو اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔“ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہوجاؤ، صحابۂ کرام قریب ہوگئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہوکر نیچے اترے تو صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکی، میں نے کہا آمین۔ پھر جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کراسکیں، میں نے کہا آمین۔ (بخاری، صحیح ابن حبان، مسند حاکم، ترمذی، بیہقی)

غرضیکہ کس قدر فکر اور افسوس کی بات ہے کہ ماہ مبارک کے قیمتی اوقات بھی غفلت اور معاصی میں گزار دیئے جائیں جس سے سابقہ گناہوں کی مغفرت بھی نہ ہوسکی۔ لہٰذا ہمیں رمضان کے ایک ایک لمحہ کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہم حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کے تحت داخل ہوجائیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔ (سنن ابن ماجہ) یعنی روزہ رکھنے کے باوجود دوسروں کی غیبت کرتے رہتے ہیں یا گناہوں سے نہیں بچتے یا حرام مال سے افطار کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر ہر عمل خیر کی قبولیت کی فکر کرنی چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمیں عید کی رات میں بھی اعمال صالحہ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے تاکہ رمضان میں کی گئی عبادتوں کا بھرپور اجر وثواب مل سکے۔

روزہ کا تیسرا مقصد: قرب الٰہی

روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ (صحیح بخاری)

اس سے زیادہ اللہ کا کیا قرب ہوگا کہ اللہ جل شانہ خود ہی روزہ کا بدلہ ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین شخص کی دعا رد نہیں ہوتی ہے، ان تین اشخاص میں سے ایک روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان)

روزہ کا چوتھا مقصد: عند اللہ اجر عظیم کا حصول

اس برکتوں کے مہینہ میں ہر نیک عمل کا اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل خیر کا دنیا میں ہی اجر بتادیا کہ کس عمل پر کیا ملے گا مگر روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ((الصَّوْمُ لِی وَاَنَا اَجْزِیْ بِہ)) روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔ بلکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ اللہ اللہ کیسا عظیم الشان عمل ہے کہ اس کا بدلہ ساتوں آسمانوں وزمینوں کو پیدا کرنے والا خود عطا

کرے گا یا وہ خود اس کا بدلہ ہے۔ روزہ میں عموماً ریا کا پہلو دیگر اعمال کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا اَلصَّوْمُ لِی روزہ میرے لیے ہے۔

لہٰذا ہمیں ماہ رمضان کی قدر کرنی چاہیے کہ دن میں روزہ رکھیں، پنج وقتہ نماز کی پابندی کریں کیونکہ ایمان کے بعد سب سے زیادہ تاکید قرآن وحدیث میں نماز کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی آخری وصیت بھی نماز کے اہتمام کی ہی ہے۔ کل قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز ہی کے متعلق ہوگا۔ نماز تراویح پڑھیں اور اگر موقع مل جائے تو چند رکعات رات کے آخری حصہ میں بھی ادا کرلیں۔ فرض نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ فرمایا ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں تہجد پڑھنے کا اہتمام کریں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں پائی جاتی ہے جس میں عبادت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں یعنی پوری زندگی کی عبادت سے زیادہ افضل قرار دیا ہے۔ اسی اہم رات کی عبادت کو حاصل کرنے کے لیے 2 ہجری میں رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد سے حضور اکرم ﷺ ہمیشہ آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مبارک ماہ کی قدر کرنے والا بنائے اور شب قدر میں عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جس طرح ہم روزہ میں کھانے پینے اور جنسی شہوت کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رکے رہتے ہیں اسی طرح ہماری پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہونی چاہیے، ہماری روزی روٹی اور ہمارا لباس حلال ہو، ہماری زندگی کا طریقہ حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام والا ہو تاکہ ہماری روح ہمارے جسم سے اس حال میں جدا ہو کہ ہمیں، ہمارے والدین اور سارے انس وجن کا پیدا کرنے والا ہم سے راضی وخوش ہو۔ دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کے وقت اگر ہمارا مولا ہم سے راضی وخوش ہے تو ان شاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی ہمارے لیے مقدر ہوگی کہ اس کے بعد کبھی بھی ناکامی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان کے صیام وقیام اور تمام اعمال صالحہ کو قبول فرمائے۔ رمضان کے بعد بھی منکرات سے بچ کر احکام خداوندی کے مطابق یہ فانی وعارضی زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین ثم آمین

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت

موت ایک اٹل حقیقت

اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔

طیبہ شیریں

ہر جان دار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس کا وقت اور جگہ بھی مقرر ہے لیکن آج کل ہم دین کو چھوڑ کر صرف دنیا کمانے میں لگ گئے ہیں۔ آج ہم موت کے لیے تیاری نہیں کرتے، موت کو یاد نہیں کرتے۔ موت تو ایک اٹل حقیقت ہے جو آکر ہی دم لے گی۔ کسی بھی وقت موت کا فرشتہ آپہنچے گا۔ اس وقت دین سے دوری اختیار کرنے والے انسان کے پاس سوائے افسوس کے کچھ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔“

دنیاوی زندگی کا فائدہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، مگر بہت تھوڑا۔ موت کی یاد دلوں کو نرم کر دیتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے۔ تم چاہے کہیں بھی ہو، وہیں موت تم کو آجائے گی۔

مومن کی شان یہی ہے کہ وہ کثرت سے موت کو یاد کرتا ہے اور جہاں تک ممکن ہو آخرت کی تیاری کے لیے ہر وقت فکر مند رہتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرے گا تو اس پر وسعت ہوگی“ (یعنی اس کو طبعی سکون حاصل ہوگا کہ موت کی سختی کے مقابلے میں ہر سختی آسان ہے) اور اگر عافیت اور خوش حالی میں موت کو یاد کرے گا تو یہ اس پر تنگی کا باعث ہوگا۔ یعنی موت کی یاد کی وجہ سے وہ خوشی کے زمانے میں بھی آخرت سے غافل نہ ہوکر گناہوں کے ارتکاب سے بچا رہے گا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ کا، دوسرے اس علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور تیسرے نیک بخت اولاد کا جو اس کے لیے دعا کرے۔“

انسان جتنی بھی طویل عمر پالے، اسے اس جہان فانی سے ایک نہ ایک دن کوچ کر جانا ہے۔ جب موت نے زندگی کا دروازہ کھٹکھٹانا ہے انسان کو اسی لمحے اس زندگی کا ہاتھ چھوڑ کر موت کو گلے لگانا اور موت کے ساتھ چلے جانا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، کیوں کہ وہ اگر آدمی نیک ہے تو شاید وہ زیادہ نیکی کرے (یعنی اس کے نیک اعمال میں اضافہ ہوجائے) اور اگر وہ شخص بُرا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ شخص برائی سے توبہ کرلے“ (بہرحال اس شخص کے واسطے زندہ رہنا بہتر ہے) یعنی موت کو یاد تو رکھے مگر موت کی تمنا نہ کرے۔ مطلب موت کے لیے دعا نہ مانگے، یہ گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم لوگ مرنے کے واسطے دعا نہ مانگا کرو اور نہ تم موت کی تمنا کرو اور اگر تم ضروری دعا مانگنا چاہو تو تم اس طرح سے دعا مانگو، اے اللہ! مجھ کو اس وقت تک زندہ رکھنا کہ جب تک میرے واسطے زندگی بہتر ہو اور مجھ کو اس وقت موت دینا جب میرے واسطے موت بہتر ہو۔“

ہم ہر لمحے اپنی موت کے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ سال، مہینے اور دن گزرنے پر ہم کہتے ہیں کہ ہماری عمر اتنی ہوگئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایام ہماری زندگی سے کم ہوگئے۔ موت سب چیزوں سے زیادہ ہولناک ہے کیوں کہ اس کے بعد کچھ نہیں رہ جاتا۔ دانش مند، دُور اندیش اور عقل مند وہی ہے جو ہمیشہ دائمی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں رہے اور ہمیشہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچالے۔ نفس اور شیطان انسان کو، اس چند روزہ زندگی پر مطمئن کر کے آخرت کی لازوال زندگی کو برباد کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے انسان موت کو یاد نہیں کرتا اور وہ آخرت کے لیے نیک اعمال کرنے میں غفلت کا شکار ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا مظہر

ماہ رمضان اور اُس کا آخری عشرہ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اللہ تعالیٰ بے نیاز ذات ہے۔ صرف وہی خالق ہے۔ باقی سب مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات لامحدود ہیں۔ اُس کے علم کی کوئی حد ہے، نہ اُس کی قدرت کی کوئی حد ہے۔ اگرچہ اُس کی تمام صفات بے پایاں ہیں، تاہم اُس کی صفت رحمت ہر شے پر محیط ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (الاعراف186) ''اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے۔'' حدیث میں آتا ہے ((الخلق عیال اللّٰہ)) ''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔'' دنیا میں دیکھ لیجیے، ہر سربراہ کنبہ کو اپنے عیال کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو اپنی مخلوق کے ساتھ بے حد محبت ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے لیے کوئی مثال نہیں دی جاسکتی، اس لیے جس طرح سربراہ خاندان کو افراد خانہ سے محبت ہے، اللہ تعالیٰ کو جو محبت اپنی مخلوق سے ہے، اُس کی مثال اس سے نہایت بلند ہے۔ فارسی کا ایک شعر ہے ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

(میں نے مخلوق اس لیے پیدا نہیں کی کہ اس میں میرا فائدہ ہے بلکہ میں نے مخلوق کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ اُن پر عنایات اور مہربانیاں کروں۔)

انسان بھی انسانوں پر مہربانیاں کرتے ہیں لیکن چونکہ انسان کی اپنی صلاحیتیں اور استعداد محدود ہوتی ہے، لہٰذا اُن کی کسی پر مہربانی یا عنایت بھی محدود ہی ہوتی ہے۔ مگر خدا کی مہربانیاں ایسی ہیں کہ اُن کی مثال بیان نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کے ساتھ اچھا معاملہ کر رکھا ہے مگر انسان پر اُس کی رحمت سب سے زیادہ ہے۔ انسان کے لیے اِس زندگی کو امتحان قرار دیا اور دار العمل ٹھہرایا۔ اسے اچھائی اور برائی کی تمیز ودیعت کی۔ پھر انبیاء کے ذریعے اُس کی ہدایت کا سامان کیا۔ اس کے نتیجے میں اگر انسان رضائے الٰہی کے مطابق کام کرتا ہے تو اُسے جنت کے ابدی پرسکون مقام کی بشارت دی گئی ہے۔

حصول جنت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اول انسان کی ہدایت کا انتظام کیا اور پھر اپنی بے پایاں رحمت کی بارش کر کے اُس کے لیے نجات کے راستے پر چلنا آسان کر دیا۔ مگر شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ وہ عدو مبین ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ انسان رضائے الٰہی پر چل کر نجات یافتہ ہو جائے۔ چنانچہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیطان کے ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہے اور اُس سے بچنے کے لیے اللہ کی مدد کا طالب رہے اور کسی حال میں بھی صراط مستقیم نہ چھوڑے۔ اس طرح وہ رب کریم کی رحمتوں کے سایہ میں رہے گا۔

انسان پر اللہ کی رحمت کے لاتعداد مظاہر میں سے ایک رمضان شریف بھی ہے۔ جس میں دن کا روزہ اور رات کا قیام ہوتا ہے۔ جو شخص اس کا اہتمام کرتا ہے اُس کو گناہوں کی بخشش کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ رمضان سال کا ایک مہینہ ہے۔ جس کو عمر میں یہ مہینہ مل گیا یوں سمجھیے اسے اللہ کی رحمتیں سمیٹنے کا ایک عمدہ موقع مل گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے: ''جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ ماہ رمضان کے روزے رکھے اُس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ ماہ رمضان کی راتوں کو کھڑا رہا (اللہ کی عبادت کا اہتمام کیا) اُس کے بھی تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

رمضان شریف میں ہر نیک کام کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، تاکہ اللہ کے بندے زیادہ سے زیادہ ثواب کما سکیں۔ نوافل کا ثواب فرضوں کے برابر اور فرضوں کا ثواب ستر گنا (کئی گنا) بڑھا دیا جاتا ہے۔ رمضان کے پہلے عشرے کو رحمت، دوسرے عشرے کو مغفرت اور تیسرے عشرے کو جہنم سے رہائی کا عشرہ قرار دیا۔ گویا رمضان شریف کو رضائے الٰہی کے مطابق گزارنا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وافر حصہ پانا ہے۔

رمضان شریف کے آخری عشرہ کی خصوصی فضیلت ہے کیونکہ اس میں لیلۃ القدر آتی ہے۔ یہ وہ بابرکت شب ہے جس کو ہزار ماہ سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا مظہر ہے۔ یہ وہ رات ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو بڑی فضیلت والی رات بنا دیا ہے۔ اسی طرح آخری عشرے کا اعتکاف مسنون قرار دیا گیا۔ اعتکاف کیا ہے؟ آدمی دس دن کے لیے مسجد میں قیام پذیر ہو جاتا ہے۔ دن روزے کے ساتھ ذکر واذکار میں گزارتا ہے اور رات کے اوقات میں نوافل اور تلاوت میں مشغول رہتا ہے۔ ایسے شخص کو اعتکاف کا ثواب تو ملے گا ہی، خاص بات یہ ہے کہ وہ لیلۃ القدر بھی پالے گا، جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

گویا رمضان شریف کے شب و روز کے دوران اللہ کی رحمت ہمہ وقت برستی رہتی ہے اور ہر شخص اپنی وسعت اور بساط کے مطابق اس سے وافر حصہ پاتا ہے۔ ہاں، ضروری ہے کہ انسان ماہ رمضان پورے آداب کے ساتھ گزارے جہاں عبادت کی ریاضت اختیار کرے وہاں افطار وسحر میں رزق حلال کا اہتمام کرے۔ روزے کی حالت میں اخلاقی برائیوں سے دور رہے کہ روزہ برائیوں سے دور رہنے کی تربیت ہی کا نام ہے۔ جب انسان پورا رمضان ناجائز امور سے بچنے کا اہتمام کرے گا، تو بعد از رمضان بھی وہ خطاؤں اور گناہوں سے باز رہنے کی کوشش کرے گا۔ اور اگر کسی نے رمضان شریف میں روزے تو رکھے مگر غیبت، جھوٹ، بدعہدی اور بدنظری جیسے گناہوں کو نہ چھوڑا بلکہ اپنے معمولات برقرار رکھے اور روزہ صرف پیٹ تک محدود رکھا تو ایسا شخص رمضان پانے کے باوجود رب کی رحمت سے محروم رہا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ گویا اُن کا روزہ اور قیام اُن کے حق میں چنداں مفید نہیں ہوتا۔ اور یہ بہت بڑی محرومی ہے۔ (العیاذ باللہ)

ماہ صیام اپنے آخری عشرے میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ بابرکت لمحات بہت جلد گزر جائیں گے۔ جو وقت رہ گیا ہے، اُسے قیمتی بنائیے، اپنا محاسبہ کیجیے، آخری عشرہ میں قرآن حکیم کی تلاوت، اُس کے فہم، اللہ کی راہ میں انفاق، کثرت نوافل کا اہتمام کیجیے، جہنم سے پناہ مانگیے، جنت طلب کیجیے۔ کیا خبر آئندہ رمضان کے یہ لمحات ہمیں نصیب ہوتے بھی ہیں یا نہیں۔ حدیث رسول کا مفہوم ذہن میں رہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص تباہ ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اپنی مغفرت نہ کرا سکے۔

Ramadan in a Young Muslim's Life

At a young age in our lives we are taught by teachers, parents, and elders how to live a good life following the guidance of Islam, its rules and principles. As children, we tend to listen to our elders and follow their example not really knowing the importance and benefit of each action we take. Unfortunately, not many parents realize this fact. Parents must teach their children how to perform religious duties in a way that allows them to appreciate the meaning behind those duties and grow connected to Allah Almighty *(SWT)* and love Islam.

I am now in my early twenties and I am not a parent yet. But, in my middle school years, I had an experience which highlights this parenting aspect and I thought of sharing it with those who may find it useful.

Every year, the return of Ramadan brings to me many good memories of fasting; memories related to all parts of Ramadan—the nights of *I'tikaaf* we spent in the different Mosques, the good food we ate, the many guests we had over at our house every weekend, the competition between my friends and me to see who could fast the whole month. But there is one incident that really stands out.

I always knew that fasting was a principal part of my religion, but I wish I understood why it was necessary for me to do it. Some of my Islamic school teachers told me it helps us feel how the less fortunate people live everyday and motivates us to do something about that, as well as be thankful to Allah Almighty *(SWT)*. I did and still do appreciate this explanation, but I felt it was not enough. Then one day in my sixth grade class in public school, a friend of mine asked why I fast Ramadan. "Because it's a part of my religion," I told him, and went on to mention the same explanation I heard from my teacher. He nodded and we went on with what we were doing. A few minutes later he asked me what would happen if I were to eat during the period I was supposed to be fasting? I told him I shouldn't do that unless there is a dire need for that, in which case I would have to make up for my missed fasting days at a later time. A few moments later he looked at me with a smile saying, "How would anyone know whether or not you broke your fast if no one was looking?" I chuckled and said, "Allah Almighty *(SWT)* knows."

During recess, my friend offered me a piece of his pizza and began to tempt me saying no one will know, and I again replied that Allah *(SWT)* knows. But what he did hit me so hard I feel my spine shivers almost every time I remember it. No one will know...had I really wanted to, I could have eaten a piece of his pizza and the hunger in my stomach would have gone away and not even my parents would have known. But what I said to my friend kept ringing in my head, "Allah *(SWT)* knows... Allah *(SWT)* knows..." It suddenly dawned on me that I was fasting for the sake of Allah *(SWT)*; that I was actually sincere in that. This realization made me feel very powerful, I determined even more not to break my fast.

A few years after that, I was very happy to learn the Sacred Hadeeth which said, "All the acts of the son of Aadam are for him, except fasting. It is exclusively meant for Me, and I (alone) will reward (him) for it." *[Ref: Al-Bukhari and Muslim]* Every time I remember

this Hadeeth or hear it, I feel happy. I intuitively feel a special strong bond with it. Ever since then, I began to strive every Ramadan to learn more and to teach my friends about this epiphany I had about why we should fast Ramadan. The fact that I understood why, made my fasting that much better and easier to accomplish.

As a way of encouraging understanding and appreciation of all acts of worship, here is a suggestion that would allow us to visually observe what we accomplish so that its discussion, contemplation and review, individually or collectively, would be much easier. And even though, the suggestion is meant for children, everyone in the family is encouraged to make use of it. We all need tools that facilitate what we want to accomplish and this one makes good example for our children as well.

Be creative, facilitate understanding, let your children set reasonable goals and strive together to achieve them this Ramadan.

For this Idea to work properly, parents should get involved, positively, and try to make it easier for the child to complete each activity or worship. That may exact a lot of time, teaching, energy and patience. As parents we must set the example of how to do things. This project may not succeed, parents must realize, without discussions and encouragement and focus on the virtues of these acts and importance of this kind of projects in managing matters of worship it is part of the well-known Islamic concept of self-accountability.

And speaking of virtues, Allah Almighty *(SWT)* Says in the gracious Quran (what means): [O you who have believed, protect yourselves and your families from a Fire whose fuel is people and stones, over which are [appointed] angels, harsh and severe; they do not disobev Allah in what He commands them but do what they are commanded....] *(Ref: Quran 66:6)* and the Prophet Muhammad *(SAAW)* said, "Each one of you is responsible for his family and he will be questioned (by Allah Almighty) about this responsibility." *(Ref: Al-Bukhari and Muslim)*

Source: *Adapted from an article posted by Abdullah on https://www.islamweb.net/*

ضرورت رشتہ

☆ ملتان کینٹ کے رہائشی اردو سپیکنگ رفیق تنظیم کو اپنی ہمشیرہ، عمر 30 سال، تعلیم ایم بی بی ایس، ایف سی پی ایس پارٹ II جاری کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسر روزگار، ہم پلہ ڈاکٹر لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں: 0313-6363000

☆ پشاور کی رہائشی لڑکی، عمر 23 سال، ڈینٹل سرجن، قد 5 فٹ 3 انچ، کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ پشاور، دیگر شہروں یا بیرونِ ملک کے لوگ رابطہ کر سکتے ہیں۔ برائے رابطہ: 0333-9103082

إنا لله وإنا إليه راجعون — دعائے مغفرت

☆ مقامی تنظیم پاکپتن کے رفیق پروفیسر غلام رسول اظہر وفات پا گئے۔
برائے تعزیت (بیٹا): 0300-8134518

☆ رفیق تنظیم گوجرانوالہ محترم محمد عتیق ناگی کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0300-6449428

☆ نیو ملتان کے ملتزم رفیق جناب نوید انجم کے والد وفات پا گئے
برائے تعزیت: 0307-7888828

☆ ملتان شہر کے رفیق تنظیم جناب محمد زبیر طاہر کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0308-3341493

☆ اسلام آباد شرقی کے ریاض حسین کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0332-5357269

☆ حلقہ اسلام آباد کے ناظم بیت المال ملک ناصر کے بہنوئی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-8551990

☆ حلقہ اسلام آباد کے سابق ناظم بیت المال طاہر حیات کی بھانجی کا شوہر وفات پا گیا۔
برائے تعزیت: 0321-5874530

☆ اسرہ ڈی جی خان کے نقیب علی عمران کا بھتیجا وفات پا گیا۔
برائے تعزیت: 0336-6302953

☆ رفیق تنظیم اسلامی اور مکتبہ خدام القرآن لاہور کے کارکن عبد المتین مجاہد کے چچا زاد بھائی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0300-4199099

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114

Weekly Nida-e-Khilafat